

انتخاب

بداية المجتهد ونهاية المقتصد

ابن رشد

﴿برائے طلباء و طالبات﴾



وفاق المدارس السلفية درجہ عالمیہ
سال اول و سال دوم



www.KitaboSunnat.com



آزاد بک ڈپوٹ، آرڈو بازار، لاہور، پاکستان

042-37248127, 37120106

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

بمطابق نصاب وفاق المدارس عالمیہ سلفیہ طلباء، طالبات

انتخاب

بداية المجهود

ونهاية المقتصد

ابن رشد

(برائے امتحانات)

- 1- نصاب عالمیہ سال اول (طلبا و طالبات) کتاب النکاح والطلاق
- 2- نصاب عالمیہ سال دوم (طلبا) کتاب البيوع و الاجارات و الجعل و القراض و الشركة۔
- 3- نصاب عالمیہ سال دوم (طالبات) کتاب الصيام و اعتكاف و الحج

ترتیب و تدوین

محمد احمد، (ایم فل عربی)

ناشر

آزاد بک ڈپو

اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37248127-37120106

و پے

پرنٹرز: کنج شکر پرنٹرز، لاہور اشاعت جنوری 2017ء

تقدیم

فقہی مسائل کو سمجھنے کے لئے جس قدر ذہنی استعداد کی ضرورت ہوتی ہے ہمارے دینی مدارس میں اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ مختلف امتحانات میں فقہ کے مختلف ابواب لازم کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن طالب علم عربی زبان پر پوری طرح عبور نہ رکھنے کی وجہ سے ان ابحاث کو صحیح نکتہ نظر سے سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ طلبہ کی اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سلیبس اردو میں اختصار کے ساتھ مختلف ابواب کو پیش کیا جا رہا ہے۔ جہاں ضرورت محسوس کی گئی عربی عبارات کو بھی شامل کیا جا رہا ہے کوشش یہی کی گئی ہے کہ طلبہ کے ذہنوں میں ابتدا ہی سے فقہ اسلامی کے متعلق ایک واضح حقیقت واشکاف کر دی جائے تاکہ آئندہ عملی زندگی میں طلبہ فقہ کے متعلق مزید مطالعہ کے لیے تیار ہو جائیں۔ ”کتاب النکاح و کتاب الطلاق، کتاب البیوع کتاب اور الا جارات“ کا یہ کتابچہ مرتب کرتے وقت علامہ ابن رشد کی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد کو زیر نظر رکھا گیا ہے؛ مرتب کی یہ کوشش کہاں تک کامیاب ہوئی آپ کے مطالعہ اور اس کے نتیجہ میں آپ کی رائے سے پتہ چلے گا۔ اپنے مفید مشوروں سے آگاہ فرمائیں۔

آزاد بک ڈپو کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ طلبا و طالبات کو معیاری مگر سستی نصابی کتب مہیا کی جائیں۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ علامہ ابن رشد کی بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد کو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ادارہ

حیات و خدمات علامہ ابن رشد

سوال: ابن رشد کے حالات زندگی بیان کریں۔

جواب: ابن رشد:

آپ کا اصلی نام محمد بن احمد بن محمد بن رشد تھا۔ کنیت ابو الولید تھی۔ یہ کنیت اس کے اجداد میں منتقل ہوتی رہی ہے۔ اس لئے اس نے بھی اس کو اختیار کیا۔ آپ کی پیدائش قرطبہ (اندلس) میں ۵۲۰ھ بمطابق ۱۱۲۶ء میں ہوئی۔ اور مراکش میں ۵۹۵ھ بمطابق ۱۱۹۸ء میں وفات پائی۔ (صحیح تاریخ وفات پنجشنبہ ۹ صفر ۵۹۵ھ بوقت غروب آفتاب بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۱۹۸ء) اس طرح شمس مہینوں کے لحاظ سے بہتر سال کی عمر پائی۔ ہلالی مہینوں کے مطابق اس کی عمر تقریباً ۷۵ برس تھی۔ آپ کے دادا محمد بن رشد عالم اور فقیہ تھے۔ آپ کا تعلق اندلس کے اعلیٰ مشہور خاندان سے ہے۔ آپ کے آباء و اجداد مالکی مذہب کے آئمہ تھے۔ وہ خود، ان کے والد اور دادا، قرطبہ کے قاضی تھے۔

تعلیم و تربیت:

ابن رشد نے شریعت اسلامیہ کی اشعری طریقے پر تعلیم حاصل کی۔ اور فقہی اصول کی امام مالک کے طریقے پر تحصیل کی۔ اس لئے اس کی شرعی اور فقہی خیالات اور فلسفانہ میلانات میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ اشعری طریقے کو وہ اور اس کے متعلقین اور اقرباء نے اختیار کیا تھا۔ مذہب شرعی میں اپنے باپ کی اتباع کرنا لازمی جانا ہے۔ لیکن فلسفیانہ مسلک جو اس کے لئے مخصوص تھا۔ بالکل اس کی حریت ارادی کا نتیجہ تھا اور اس کے طریقے نے جس کے تحت اس نے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ نیز اس کے مذہب نے جس کا وہ تابع تھا۔ اس کے فلسفیانہ افکار پر ایک خاص اثر چھوڑا۔

حالات زندگی:

جب ابن رشد اٹھارہ سال کا ہوا تو اس نے مراکش کی جانب سفر کیا۔ اور خلیفہ عبدالمومن کے دربار کا قصد کیا۔ لیکن جب عبدالمومن کا انتقال ہوا۔ اس کا بیٹا یوسف جانشین ہوا۔ تو مشہور فلسفی ابن طفیل نے اس کی بادشاہ کے دربار میں رسائی کرادی۔ یوسف نے ابن رشد کا بہتر احترام سے استقبال کیا۔ کیونکہ وہ علم کا بہت شیدا تھا۔ ابن طفیل کی وفات کے بعد امیر یوسف نے ابن رشد کو اپنا طبیب خاص مقرر کر لیا۔ اور قرطبہ میں اس کے باپ کی وفات کی وجہ سے قضاء کا عہدہ عطا کر دیا۔ امیر یوسف کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یعقوب المنصور باللہ جانشین ہوا۔ تو ابن رشد کے مرتبے میں اضافہ ہو گیا۔ اس نے ابن رشد کو اپنا مقرب بنا لیا۔ یہاں تک کہ وہ ابن رشد کو ”یاخی“ کے الفاظ سے مخاطب کرنے لگا۔ لیکن بادشاہ کی دوستی نضا

سے زیادہ متغیر۔ سبزے سے زیادہ ناپائیدار اور موسم بہار کی کلیوں سے زیادہ صریح الفنا ہوتی ہے۔ چنانچہ یعقوب کسی گفتگو کے دوران میں ابن رشد سے ناراض ہو گیا۔ اس وقت ابن رشد کے مصائب کا زمانہ شروع ہو گیا۔ جب برے دن آتے ہیں تو اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ابن رشد کے بہت سے معاصر بادشاہ کی خوشامد کرنے کے لئے اس کے خلاف ہو گئے اور حاسدین کو زیادہ زہرا گلنے کا موقع مل گیا۔

ابن رشد کے اساتذہ:

ابن رشد کے اساتذہ میں سب سے پہلا شخص اس کے والد ابو قاسم ہی تھے۔ جن سے اس نے ”موطا“ حفظ کیا۔ ان کے علاوہ اساتذہ میں ابی مردان بن مسرہ۔ ابوبکر بن سکون۔ ابو جعفر بن عبدالعزیز۔ ابو عبد اللہ مازری۔ ابو مردان ابن جریول البلیسی۔ حافظ ابو محمد بن رزق شامل تھے۔ ابو جعفر ہارون سے طب اور حافظ ابو محمد بن رزق سے فقہ کے علوم کی تکمیل کی۔

شاگرد:

- ابن رشد کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل حضرات کے نام قابل ذکر ہیں۔
- (۱) ابو عبد اللہ اندرومی، جو قرطبہ میں متولد ہوئے۔ وہیں نشوونما پائی۔ طبیب تھے۔
 - (۲) ابو جعفر احمد بن سابق، قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ علم طب حاصل کیا۔
 - (۳) ابو القاسم طلیسان۔
 - (۴) حبیب۔
 - (۵) متقی۔
 - (۶) ابو محمد بن حوط اللہ۔
 - (۷) ابو الحسن سبیل بن مالک۔
 - (۸) ابو الرازیج بن سالم۔
 - (۹) ابوبکر بن جہور۔

اولاد:

ابن رشد کے ایک لڑکے کا نام ابو محمد بن عبد اللہ بن ابی ولید محمد بن احمد بن محمد ابن رشد ہے۔ وہ علم طب میں بہت ماہر اور اپنے کلام کے لحاظ سے ہر دل عزیز تھا۔ خلیفہ ناصر کا معالج تھا۔ اس کے علاوہ ابن رشد کے اور لڑکے بھی تھے اور کور کی تضاءت پر فائز تھے۔

ابن رشد کی تالیفات:

رنیان نے کتب خانہ اسکوریا کی ایک عربی فہرست میں ابن رشد کے اٹھہتر (۷۸) رسائل

فلسفہ، طب، فقہ، علوم کلام پر مختلف کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں ابن ابی اصیبعہ نے پچاس کی تصریح کی ہے۔ تاہم ابن رشد کی مشہور تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ تہافتہ التہافتہ۔
- ۲۔ فصل المقال۔
- ۳۔ الكشف عن مناهج الاذلة
- ۴۔ القسم الرابع من من وراء الطبيعة۔
- ۵۔ بداية المجتهد و نهاية المقتصد۔
- ۶۔ کلیات فی الطب۔
- ۷۔ الشرح الصغير للجزئیات والحيوان۔
- ۸۔ الشرح الوسط للطبیعة والتحلیلات الاخيرة۔

فلسفیانہ تالیفات:

ابن رشد نے صرف فلسفہ کے موضوع پر اٹھائیس کتب تحریر کیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں:

- ۱۔ تہافتہ التہافتہ و موضوعہ ولی علی الفلاسفة للغزالی۔
- ۲۔ کتاب الکون۔
- ۳۔ الضروری فی المنطق۔
- ۴۔ مقدمة الفلاسفة فی اثنی عشر رسالة۔
- ۵۔ شرح الفارابی و ارسطو فی المنطق۔

ابن رشد کا اسلوب:

ابن رشد کے اسلوب میں درشتی پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے لئے وہ ایک خاص عذر رکھتا ہے۔ فلسفی اپنی خیالات کو اس وقت تک لطیف و دلکش اسلوب میں پیش نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ ایسے کثیر شرائط کا حامل نہ ہو۔ جو ابن رشد میں بڑی حد تک پائی جاتی تھیں۔ یعنی زبان میں صفائی و ترنم۔ دقتِ متانی۔ گہرے جذبات وغیرہ۔ ابن رشد کی اہم کتابیں مناقشے، درشت لہجے، مخالفین کے ساتھ سخت کشمکش سے بھری پڑی ہیں۔ تاہم اس کے زور قلم نے اس کو کمال فکری کے اعلیٰ مراتب پر پہنچا دیا۔ اس کا اسلوب بیان خواہ مختصر ہو، خواہ طویل۔ اس کی شخصیت کو واضح کرنے میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

ابن رشد کی عدم شہرت کے اسباب:

ابن رشد کے فلسفے اور شہرت کو سب سے زیادہ نقصان ابو یوسف نے پہنچایا۔ جس نے پہلے تو ایک حکم کے ذریعے اس کی تمام تالیفات اور تصنیفات کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔ بعد ازاں منشور تیار کروایا۔ اس کے بعد اس کے خلاف سخت قسم کا پراپیگنڈا کرایا۔ اس پراپیگنڈہ میں مذہب کی تحقیر کا عنصر شامل کر دیا گیا۔ جس سے بہت سے مسلمان اس سے بدول یا متنفر ہو گئے۔ کتب کی مشرق میں آتش زنی کی بنا پر یہاں کچھ باقی نہ رہا۔ البتہ کچھ تالیفات جو مغرب کے چند کونوں میں محفوظ پڑی رہیں۔ بعد ازاں دنیا میں ابن رشد کی حقیقت کے تعارف کا باعث بنیں۔

فلسفہ ابن رشد کا یورپ پر اثر:

ابن رشد کے فلسفے کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ کلیسائی نظام کا مخالف تھا۔ اور اس کا اثر یورپ کے اکثر فلاسفہ نے قبول کیا۔ بارہویں صدی کے آخر میں فرانس میں بمقام برتیا تا ایک مصلح مفکر تھا جس کا نام اموری البیادی اس کا دوست واؤ والدینا تھی اس کا ہم خیال ہونے کی وجہ سے مبلغ فلاسفہ بھی تھا۔ ان دونوں کو کلیسائی نظام کی مخالفت پر زندہ جلا دیا گیا۔

۱۔ کتاب النکاح

فصل اول: نکاح کے مقدمات

اس باب میں چار مسائل ہیں

یعنی نکاح کا حکم، پیام اور شادی سے پہلے مخطوبہ (مگتیر) کو دیکھنے کا حکم

سوال: نکاح شیورف جمہور فقہاء کے نزدیک کیا ہے؟ حکم بیان کریں۔

۱: نکاح کا حکم

جمہور فقہاء کے نزدیک نکاح مستحب ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک واجب ہے اور متاخرین فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح بعض لوگوں کے حق میں واجب ہے بعض کے حق میں مندوب اور بعض کے حق میں مباح ہے۔ یعنی جس قدر انسان کو اپنے اوپر ضبط حاصل ہو اسی کے مطابق حکم ہے۔ نکاح کی یہ اقسام جن میں فقہاء نے کہا ہے کہ بعض کے حق میں نکاح واجب ہے یا مستحب یا محض جائز ہے تو ان کا یہ قول محض مصلحت کے پیش نظر ہے اور یہ قیاس کی وہ قسم ہے جسے قیاس مرسل کہا جاتا ہے۔ یہ قیاس صرف مسلک امام مالک میں ہی درست خیال کیا جاتا ہے۔

۲: پیغام نکاح:

جمہور فقہاء کے نزدیک خطبہ واجب نہیں ہے اور داود کے نزدیک واجب ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کیا عمل نبوت کو وجوب پر محمول کیا جائے گا یا استحباب پر۔

۳: خطبہ بر خطبہ: (پیغام پر پیغام)

جمہور فقہاء کے نزدیک خطبہ پر خطبہ کی ممانعت رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے مگر اس میں اختلاف ہے۔ ابو داود کہتے ہیں کہ (خطبہ بر خطبہ کی صورت) میں نکاح فسخ ہو جائے گا امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فسخ نہیں ہوگا اور امام مالک سے یہ دونوں قول مروی ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دخول سے قبل فسخ قرار دیا جائے گا۔ مگر دخول کے بعد نہیں ہوگا۔ ابن قسم کہتے ہیں کہ فسخ اس وقت ہوگا جب دونوں پیغام بر صالح ہوں اگر دوسرا صالح ہو پہلا نہ ہو تو صالح کو اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

خطبہ کے وقت مخطوبہ کو دیکھنا:

امام مالک کے نزدیک چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چہرے اور ہاتھوں

کے ساتھ پیروں کا دیکھنا بھی جائز ہے۔ بعض کے نزدیک کوئی بھی اعضاء جسم دیکھنا جائز نہیں۔ اس میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ دیکھنے کی مطلق اجازت اور ممانعت دونوں ہی مروی ہیں۔

دوسرا باب: نکاح کی صحت کے موجبات

سوال: صحت نکاح کے موجبات کیا ہیں؟ مفصل بیان کریں۔

نکاح کی کیفیات:

اس میں بنیادی کئی مسائل ہیں۔

- ۱۔ نکاح کس کی اجازت سے منعقد ہوتا ہے؟
 - ۲۔ اس نکاح کے لئے کس کی رضا ضروری ہے اور کیا بعد بلوغ نکاح کو برقرار رکھنے یا ختم کر دینے کا اختیار حاصل ہے؟
 - ۳۔ حق خیار پر نکاح۔
- اگر دونوں معاہدہ کرنے والوں میں کسی کی طرف سے قبولیت نکاح میں تاخیر ہو جائے تو کیا نکاح منعقد ہو جائے گا یا قبولیت نکاح کے لئے یہ ضروری ہے کہ فوراً ہو۔

۱۔ نکاح کس کی اجازت سے ہوتا ہے؟

نکاح کی اجازت مردوں کی طرف سے اور ثیبہ (شوہر دیدہ عورت) کی طرف سے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ باکرہ لڑکی کی طرف سے اس کی خاموشی بھی اجازت ہوتی ہے امام شافعی کا کہنا ہے کہ نکاح کرنے والا لڑکی کے باپ اور دادا کے علاوہ کوئی شخص ہو تو نکاح کی اجازت الفاظ کے ساتھ ہوگی یہ رائے کہ لڑکی کی خاموشی ہی اسکی اجازت ہے یہ مستند حدیث سے ثابت ہے۔

حدیث

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اَلْم (بیوہ) اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے مگر باکرہ سے اس کے معاملے میں اس کی اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اسکا خاموش رہنا ہے۔

عقد کے لیے کس کی اجازت ضروری ہے؟

عقد نکاح کی صحت میں کس کا قبول کرنا معتبر ہے تو شریعت میں اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو زن و شوہر کی باہمی رضامندی ولی کے ساتھ یا بغیر ولی کے یا دوسرے وہ جن کے نزدیک اس عورت کے حق ہیں جو اپنے نفس کی خود مالک ہو ولی کی رضامندی شرط نہیں ہے۔ اور دوسرے وہ جس کے صرف اولیاء کی رضامندی معتبر ہے۔ ان

دو اقسام کے بارے میں کچھ مسائل ایسے ہیں جن پر فقہاء کا اتفاق ہے اور بعض ایسے ہیں جن کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ یہاں ان مسائل سے متعلق چند اصول و قواعد بیان کرتے ہیں۔

۱۔ بالغ آزاد مرد جو اپنے آپ کے خود مالک ہوں ان کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ صحت نکاح کے لئے ان کی رضامندی اور ان کا نکاح کا قبول کرنا شرط ہے۔

۲۔ فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ثیبہ عورت کی رضامندی حاصل کرنا لازمی ہے اس لئے کہ فرمان نبوت ہے کہ ثیبہ اپنی مرضی کا اظہار خود کرے گی البتہ حسن بصری کا نقطہ نگاہ ذرا مختلف ہے اور ان کے پاس اس کے برعکس ایک رائے موجود ہے۔

۳۔ بالغ باکرہ اور نابالغ ثیبہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ بالغ باکرہ کے بارے میں امام مالک، امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ کی رائے یہ ہے کہ صرف باپ اسے نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ، ثوری، اوزاعی اور ابو ثور کے نزدیک اس کی رضامندی ضروری ہے اور امام مالک کی اس باکرہ کے بارے میں رائے یہی ہے جو عرصہ دراز سے شادی کے انتظار میں بیٹھی ہو۔

۴۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ یتیم لڑکی سے اس کے بارے میں اجازت لی جائے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے۔

۵۔ ایک اور جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ بیوہ کا نکاح اس کے مشورے اور اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔

۶۔ المختصر تمام فقہاء کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ باپ اپنے صغیر سن بیٹے اور اپنی صغیر سن باکرہ بیٹی کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے اور اس سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

دلیل:

اس مندرجہ بالا امر کے لئے نکاح رسول ﷺ ہمراہ عائشہ صدیقہ سب سے بڑی اور مستند دلیل ہے۔

۷۔ باکرہ سے اجازت لی جائے اور اسکی خاموشی اس کی اجازت ہے۔ مندرجہ بالا حدیث پر باکرہ کیلئے عام ہے سوائے اس کے جس کا باپ موجود ہو۔

۳۔ حق خیار پر نکاح:

جمہور فقہاء کے نزدیک حق خیار پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ صرف ابو ثور کے نزدیک جائز ہے۔

۴۔ کیا قبولیت نکاح فوری ضروری ہے؟

امام مالک کے نزدیک فورا کی بجائے اگر معمولی تاخیر ہو جائے تو نکاح جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک

تاخیر مطلق ممنوع ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک مطلق جائز ہے۔

صحت عقد نکاح کی شرائط

پہلی فصل: اولیاء کے بارے میں۔ دوسری فصل: گواہوں کے بارے میں۔ تیسری فصل: حق مہر کے بارے میں۔

پہلی فصل: اولیاء کے بارے میں

سوال: صحت نکاح کی شرائط میں اولیاء کی صفات و شرائط بیان کریں۔

یہ فصل چار عنوانات پر مشتمل ہے۔

۱۔ صحت نکاح میں ولایت کی شرائط۔ ۲۔ ولی کی صفت۔ ۳۔ اولیاء کی اقسام اور انکی ترتیب ولایت۔

۴۔ ولی کا اپنے زیر تولیت کو نکاح سے روکنا اور ولی اور زیر تولیت کے اختلاف کا حکم۔

صحت نکاح میں ولایت کی شرائط

فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ولایت صحت نکاح کی شرط ہے یا نہیں؟ امام مالک فرماتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں ہے۔ اور اشہب نے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ولایت صحت نکاح کی شرط ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے مگر امام ابوحنیفہ، زُفر اور شعبی اور زہری فرماتے ہیں کہ اگر عورت بغیر ولی کے نکاح کرے اور کفو کے مطابق ہو تو درست ہے اور داؤد کے نزدیک باکرہ کے نکاح میں ولی کا ہونا شرط ہے۔ اور شیبہ کے نکاح میں نہیں ہے اور اونچا خاندان رکھنے والی عورت اپنا نائب مقرر کر سکتی ہے کہ وہ اسکا نکاح کرے اور شیبہ کیلئے مستحسن یہ ہے وہ اپنے ولی سے اپنے نکاح کیلئے کہے۔

ولی کی صفات

اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ ولی کی ولایت کے صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں۔ اسلام، بلوغ اور مذکر ہونا اور انکی اضرار یعنی کفر، صغریٰ اور عورت ہونا ولی کی ولایت میں مانع ہیں۔ ولی کی تین صفات میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔ یعنی غلام ہونا، فاسق ہونا اور سفید (بے وقوف) ہونا۔ غلام کے بارے میں تو اکثر فقہاء کی رائے یہی ہے کہ اس کی ولایت درست نہیں ہے لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام مالک کے مسلک کے بہت سے اصحاب کی رائے یہی ہے زُشد (عقل) ولایت کی شرط نہیں ہے۔ اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ زُشد بھی شرط ولایت ہے۔ امام مالک سے بھی ایک قول امام شافعی کے قول کے مطابق مروی ہے۔ اشیب اور مصعب کی رائے امام شافعی کے قول کے موافق ہے۔

اولیاء کی اقسام اور ان کی ترتیب

جو فقہاء ولایت کے قائل ہیں ان کے نزدیک انکی اقسام نسب سلطان، مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک معمولی عورت پر ولایت کے لیے اسلام کافی ہے نیز امام مالک کے نزدیک وصی بھی ولی ہو سکتا ہے، امام شافعی کے نزدیک نہیں۔ نسبی ولایت کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک ماسوا بیٹے کی ولایت میں تعصیب (دوھیالی رشتہ دار ہونا) معتبر ہے یعنی جو قریب ترین عصبہ رشتہ دار ہوگا وہی ولایت کا حقدار ہوگا۔ بیٹے انکے نزدیک زیادہ ولایت کے حقدار ہیں خواہ وہ نیچے تک کے ہوں (پوتے اور پڑپوتے) اور پھر باپ اور ماں شریک بھائی پھر صرف باپ شریک بھائی پھر ماں اور باپ شریک بھتیجے اور پھر باپ شریک پھر دادا اور پرتک پڑدادا وغیرہ۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ باپ اور دادا بھائی اور بھتیجے پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اصل رشتے دار ہیں پھر بھائیوں کی ترتیب کے مطابق چچا ہیں نیچے تک پھر مولیٰ ہیں پھر سلطان اور ان کے نزدیک مولیٰ اعلیٰ زیادہ حقدار ہیں مولیٰ اسفل سے۔

ولی کا اپنی زیرتولیت کی شادی میں تاخیر کرنا

اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کفو موجود ہو اور مہر مثل میسر ہو تو ولی کو درست نہیں ہے کہ وہ اس کی شادی میں تاخیر کرے بایں صورت یہ لڑکی سلطان کے پاس مرافعہ کر سکتی ہے۔ اگر ولی باپ کے علاوہ کوئی اور ہو تو سلطان اس کی شادی کر سکتا ہے۔ اسی طرح تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اگر ولی لڑکی کے غیر کفو میں نکاح کرنے پر اسے مجبور کرے تو وہ اسے رد کر سکتی ہے۔

دوسری فصل

سوال: نکاح میں گواہی کی توضیح مع دلائل بیان کریں۔

گواہی (شہادت)

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بالاتفاق شہادت نکاح کی شرائط میں سے ہے۔ مگر حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ دو پارسا (عادل) گواہوں اور عاقل ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ صحابہ میں سے کسی سے اس کے برخلاف رائے منقول نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو فاسقوں کی گواہی سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقصود شہادت اعلان ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک اعلان اور قبول دونوں ہی امور شہادت کے ضمن میں موجود ہیں اس لئے ان کے نزدیک شہادت میں عدالت شرط ہے اور امام مالک کے نزدیک اگر شاہدوں کو چھپانے کی تاکید کی گئی ہو تو اعلان کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اعلان نکاح کی شرط کی اصل

مندرجہ بالا اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جس نکاح میں گواہ موجود ہوں تو کیا اسے خفیہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اعلان کی شرط کی اصل، یہ فرمان نبوت ﷺ ہے کہ نکاح کا اعلان کرو اور دف بجاؤ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ یہ نکاح ستر ہے جس میں اعلان نکاح نہ کیا گیا ہو۔ اور اگر ایسے نکاح میں عورت نے اپنے آپ کو مرد کے سپرد کیا تو اسے رجم کیا جائے گا۔ اور ابو ثور اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ شاہدین کی موجودگی نہ نکاح کی شرط ہے نہ شرط صحت نہ شرط تمام اور حسن بن علی کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے بغیر شاہدوں کے نکاح فرمایا اور بعد میں اس کا اعلان کیا۔

تیسری فصل

سوال: حق مہر کا مقام و اہمیت فی النکاح بیان کریں۔

مہر:

مہر پر گفتگو درج ذیل چھ عنوانات پر مشتمل ہے:

- ۱۔ مہر کا حکم اور اس کے ارکان
- ۲۔ وجوب مہر کا وقت
- ۳۔ نصف مہر کی ادائیگی
- ۴۔ تفویض اور اس کا حکم
- ۵۔ فاسد مہر اور اس کا حکم
- ۶۔ مہر کے بارے میں زوجین کا اختلاف
- ۷۔ مہر کا حکم اور اس کے ارکان

اس میں چار مسائل

- ۱۔ مہر کا حکم
- ۲۔ مہر کی مقدار
- ۳۔ مہر کی نوع اور وصف
- ۴۔ مہر موجل

۱۔ مہر کا حکم:

مہر کے حکم کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ صحت نکاح کی شرط ہے اور اس کا ترک جائز نہیں ہے۔ اس لئے کی فرمان الہی ہے کہ:

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء)

اور عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔

اور ایک اور فرمان الہی ہے کہ فَانكِحُوا نِكَاحِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَاتِ وَالْأَقْرَبِينَ وَاتُّمِّنُوا لَهُمْ نِكَاحًا (النساء ۲۵) پس تم ان سے نکاح کرو تو انکے سرپرستوں کی اجازت حاصل کرو اور دو ان کو انکے حق مہر۔

سوال: مہر کی مقدار کا تعین کرنے کے لئے کیا طریق کار ہے بیان کریں۔
جواب: مہر کی مقدار:

فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مہر کی زیادتی کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے البتہ مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد، اہل حق ابو ثور اور تابعی فقہاء مدینہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار متعین نہیں ہے یعنی جو شے بھی ثمن اور قیمت بن سکتی ہے وہی مہر بن سکتی ہے۔ اور یہی امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب کی رائے ہے جو فقہاء مہر کی کم سے کم مقدار کے تعین کے قائل ہیں ان کے مابین بھی اختلاف ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ چوتھائی دینار سونا، یا تین درہم وزن چاندی، یا تین درہم کیل کے مساوی کوئی شے مہر کی اقل مقدار ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ دس درہم اقل مقدار ہے۔ ایک قول پانچ درہم کا اور قول چالیس درہم کا ہے۔

نوٹ: المختصر بات صرف اتنی ہے کہ ہر وہ چیز جس پر برضا و رغبت نکاح کے لئے فریقین رضامند ہوں۔ اور وہ چیز ثمن یا قیمت بن سکتی ہو وہ مہر مقرر ہو سکتی ہے۔ اس کی کمی یا بیشی مقرر کردہ نہیں ہے۔
سوال: مہر کی نوع اور وصف بیان کریں۔

جواب: مہر کی نوع اور وصف

مہر ہر وہ شے بن سکتی ہے جسے ملک بنایا جاسکتا ہو اور جسے کسی شے کا عوض بنایا جاسکتا ہو اس مقام پر فقہاء کے مابین دو امور میں اختلاف ہے ایک نکاح اجارہ (اجرت پر نکاح) اور دوسرا آزادی کو مہر بنانا۔ نکاح اجارہ کے بارے میں امام مالک کے مسلک میں تین اقوال ہیں ایک قول یہ کہ جائز ہے، دوسرا قول ہے ممنوع ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ مکروہ ہے اور امام مالک کا مشہور قول مکروہ ہونے کا ہے اس لئے انکے نزدیک دخول سے قبل نسخ ہو جائے گا مگر مسلک مالک کے فقہاء اصحیح اور سخون نے اسے جائز کیا ہے اور یہی رائے امام شافعی کی بھی ہے۔ ابن القاسم اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ نکاح ممنوع ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح اجارہ پر جائز ہے۔

مہر کی صفت:

مہر کی صفت کے بارے میں فقہاء متفق ہیں کہ نکاح کا بیان شدہ متعین عوض مہر ہے مگر جو مہر عوض بیان شدہ اور متعین نہ ہو اس کے مہر ہونے کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کا مہر ہونا درست ہے یا نہیں؟

مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے تیرا اس عورت سے غلام یا خادم کے بدلے نکاح کر دیا ہے مگر اس غلام کا کوئی ایسا وصف بیان نہ کرے جس سے اس کی قیمت کا تعین ہوتا ہو۔ اس بارے میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں جائز ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے اور امام مالک کے نزدیک اس قسم کا نکاح منعقد ہونے کی صورت میں مہر کا اوسط معتبر ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر قیمت سے پورا کیا جائے گا۔

سوال: وجوب مہر کے وقت کا تعین کریں۔

۲۔ وجوب مہر کا وقت:

مہر یا تو وقت دخول واجب ہے یا وقت موت ہے۔ وقت دخول واجب ہونے کے بارے میں تو یہ فرمان الہی ہے۔

وَأَنْ أَرَدْتُمْ اسْتِئْذَانَ زَوْجِ مَكَانٍ زَوْجٍ وَأَنْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا أَفَلَا تَأْخُذُوا
مِنْهُ شَيْئًا ۚ (النساء: ۲۰)

ترجمہ ”اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ کر لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سا رامال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا“۔ موت کے وقت وجوب مہر کے بارے میں کسی دلیل کا علم تو نہیں ماسوائے اس کے کہ اس پر اجماع ہے۔

سوال: مہر کے وجوب کی شرائط بیان کریں۔

مہر کے وجوب کی شرط:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا مہر کے وجوب کی شرط باقاعدہ ہمبستری ہے یا نہیں یا یہ کہ محض خلوت ہی کافی ہے؟ اور فقہاء کے نزدیک خلوت سے مراد یہ ہے کہ میاں بیوی کمرے میں چلے جائیں یا پردے گرا دیں۔ اور امام مالک، امام شافعی اور داؤد کے نزدیک پردے گرا لینے پر نصف مہر لازم ہے جب تک کہ ہم بستری نہ ہو۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ محض خلوت ہی سے مہر واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ شوہر حالت احرام میں یا بیمار نہ ہو رمضان کا روزہ دار، یا بیوی حائضہ نہ ہو۔ اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ محض بیوی کے پاس جانے سے ہی مہر لازم ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔

سوال: نصف مہر کا وقت بیان کریں اور اس کے اصول و قوانین پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ نصف مہر:

مجملاً طور پر فقہاء کا مہر پر اتفاق ہے کہ اگر شوہر نے دخول سے قبل طلاق دے دی اور مہر مقرر ہو چکا تھا تو نصف مہر ادا کرنا پڑے گا۔ اس کے یہ دلیل ہے کہ

وَإِنْ طَلَقْتُمْوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنَصْفُ مَا
فَرَضْتُمْ: (البقرة: ۲۳۷)

ترجمہ: اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دے دی ہو تو نصف مہر مقرر شدہ مہر سے ادا کرنا ہوگا۔

نصف مہر کے اصول:

نصف مہر کے بارے میں تین اصول ہیں یعنی کونسے نکاح میں نصف مہر لازم آتا ہے؟ طلاق کی کونسی قسم میں نصف مہر لازم آتا ہے؟ اور طلاق سے قبل ان میں جو تغیرات آتے ہیں انکا حکم کیا ہے؟
سوال: مہر نکاح تفویض کب جائز ہے۔

۴۔ مہر نکاح تفویض:

اس امر پر اجماع ہے کہ نکاح تفویض جائز ہے یعنی اس طرح نکاح کہ اس میں مہر لازم نہ ہو۔ اس لئے فرمانِ الہی ہے کہ

لَا جُنَاحَ عَلٰیكُمْ اِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ اَوْ تَفْرِضُو لَهُنَّ فَرِيضَةً۔

(البقرة: ۲۳۶)

ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اسکے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو۔

مہر فاسد:

مہر کبھی بعینہ فاسد ہوتا ہے اور کبھی کسی حیل یا عذر کے وصف کی بناء پر فاسد ہو جاتا ہے۔ جو مہر بعینہ فاسد ہے وہ مثلاً خمر یا خنزیر کا مہر دینا ہے یا کوئی ایسی شے مہر میں مقرر کرنا ہے کہ جسکا ملکیت رکھنا جائز نہیں ہے اور جو مہر عذر اور ناواقفیت کی بناء پر فاسد ہو تو دراصل اسے بیع پر قیاس کیا جاتا ہے۔

سوال: زوجین کے دربارہ میں اختلاف پر روشنی ڈالیں؟

۶۔ زوجین کا دربارہ مہر میں اختلاف:

زوجین کا یہ اختلاف مہر پر قبضہ کرنے اور اس کی مقدار، اس کی نوعیت اور اس کے وقت کے وجوب کے بارے میں ہو سکتا ہے۔ اگر اختلاف مقدار کے بارے میں ہو تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور مختلف آراء ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اختلاف دخول سے پہلے ہو اور دونوں اپنے قول کی تائید پیش کریں تو

دونوں حلف اٹھائیں گے اور نکاح فسخ ہو جائے گا اور اختلاف دخول کے بعد ہو تو شوہر کا قول معتبر ہوگا اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ شوہر کا قول انہکی قسم کے ساتھ ہی معتبر ہوگا۔ یہی قول ابو ثور کا ہے ابن ابی بیض اور ابی شبرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دونوں حلف اٹھائیں گے اور مہر مثل کی جانب رجوع کیا جائے گا مگر نکاح فسخ نہیں ہوگا، جیسا کہ امام مالک کی رائے ہے یہی رائے امام شافعی اور ثوری کی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر مہر مثل عورت کے دعویٰ سے زائد سے کم ہو تو بغیر یمین مہر مثل کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

۲۔ اگر زن و شوہر میں مہر کے قبضہ کے بارے میں اختلاف ہو کہ بیوی کہے کہ مجھے مہر نہیں ملا اور شوہر کہے کہ تجھے مل چکا ہے تو جمہور کے رائے یہ ہے کہ اس صورت میں عورت کا قول قبول کیا جائے گا اور یہ رائے امام شافعی، ثوری، احمد اور ابو ثور کی ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ دخول سے قبل عورت کا قول قبول کیا جائے گا اور دخول کے بعد شوہر کا قول قبول کیا جائے گا۔ اور امام مالک کے بعض اصحاب بھی اس رائے سے متفق ہیں۔

۳۔ مہر کی نوع کے بارے اختلاف ہو تو اور یہ کہ شوہر کہے کہ میں نے تجھ سے اس غلام کے بدلے میں نکاح کیا ہے اور عورت کہے کہ تو نے اس کپڑے کے بدلے میں نکاح کیا ہے تو اس صورت میں دونوں حلف اٹھائیں گے اور پھر نکاح فسخ ہو جائیگا۔

۴۔ اگر وقت کے بارے میں اختلاف ہو تو امام مالک کے مسلک کا مشہور قول ہے کہ تاوان دہندہ کا قول معتبر ہوگا۔

تیسرا حصہ

سوال: عقد نکاح کی شرائط بیان کریں۔

عقد نکاح کی شرائط

ہر عورت شرعاً دو طرح حلال ہوتی ہے۔ نکاح سے اور ملکیت سے۔ شرعی موانع کی دو قسمیں ہیں۔ موانع موبدہ (دائمی ممانعتیں) اور موانع غیر موبدہ (وقت ممانعتیں) بعد ازاں موبدہ ممانعتوں کی مزید دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک وہ جن پر اتفاق ہے

۲۔ ایک وہ جن کے بارے میں اختلاف ہے۔ بحر حال جن ممانعتوں کے بارے میں اتفاق ہے وہ تین ہیں۔ صیر (سسرالی رشتہ داری) اور رضا۔ اور وقتی ممانعتیں نو ہیں: مانع عدد، مانع جمع، مانع رقی، مانع کفر، مانع عدت، (جسے مانع ہونے کے بارے میں اختلاف ہے)، مانع تطلق (یعنی تین طلاق مانع زوجیت غرض موانع شرعیہ مجموعی طور پر چودہ ہیں۔

سوال: نکاح میں مانع نسب کا تعین کریں۔

پہلی فصل: مانع نصب

نسب کی بناء پر حرام نکاح قرار پانے والی عورتیں قرآن کی رو سے سات ہیں جنکو قرآن کریم کی نص قطعی کی رو سے حرام قرار دیا گیا ہے وہ سات یہ ہیں:

مائیں، بہنیں، بیٹیاں، پھوپھیوں، خالائیں، بھتیجیاں، اور بھانجیاں یہاں ماں سے مراد ہر وہ عورت ہے جس کی جانب سے رضاعت یا ولادت کا رشتہ بنتا ہو بیٹی ہر وہ عورت ہے جس سے تمہاری بیٹی کے واسطے سے یا بیٹی کے واسطے سے یا براہ راست ولادت کا رشتہ بنتا ہو۔ اور بہن وہ ہے جو تمہاری ایک اصل یعنی باپ یا ماں میں شریک ہو یا دونوں میں شریک ہو۔ اور پھوپھی ہر وہ عورت جو تمہارے باپ کی بہن ہو یا اس مرد کی بہن ہو جس سے تمہارا رشتہ ولادت قائم ہے۔ خالہ ہر عورت ہے جو تمہاری ماں کی دودھ شریک یا اصل سے بہن ہو یا پھر اس عورت کی بہن ہو جس سے تمہارا رشتہ ولادت قائم ہو چکا ہو۔ بھتیجی ہر وہ عورت ہے جس سے تمہارے بھائی کا ماں کے واسطے یا باپ کے واسطے سے براہ راست ولادت کا رشتہ ہو بھانجی ہر وہ عورت ہے جس سے تمہاری بہن کا ماں کے واسطے سے یا براہ راست ولادت کا رشتہ بنتا ہو۔ ان سات عورتوں سے نکاح کی حرمت قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے یعنی یہ آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ۔ اور تمام فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جن عورتوں سے نکاح کرنے سے جنسی تعلق حرام ہے ان سے ملکیت کی رو سے جنسی تعلق بھی حرام ہے۔

دوسری فصل

سوال: نکاح میں مصاہرت کا مقام واضح کریں۔

مصاہرت

رشتہ ازواج (مُصَاهَرَاتُ) سے چار عورتیں حرام ہو جاتی ہیں یعنی باپ کی بیوہ جنکے بارے میں فرمان الہی ہے کہ

وَلَا تَنْكِحُوا امَّهَاتِكُمْ أَبَاءُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ: (النساء: ۲۳)

ترجمہ اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں ان سے یہ رشتہ نکاح نہ کرو۔ بیویوں کی مائیں جن کے بارے میں فرمان الہی ہے کہ و امہات نسائکم۔ (النساء: ۲۳) ترجمہ: اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔ بیٹوں کی بیویاں، جن کے بارے میں یہ فرمان الہی ہے۔

وَحَلَائِلُ أَيْتَانِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ۔ (النساء ۲۳)

اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں۔ بیویوں کی بیٹیاں جس کے بارے میں یہ

فرمان الہی ہے

وَزَبَائِكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَاءِ كُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔ (النساء ۲۳)

ترجمہ اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق ذن و شوہر ہو چکا ہو۔

تیسری فصل

سوال: نکاح کے لئے رضاعت بھی مانع ہے ثابت کریں۔

مانع رضاعت

رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نکاح سے ہوتے ہیں۔ یعنی دودھ پلانے والی عورت ماں بن جاتی ہے اور دودھ پینے والے پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور مریض (دودھ پینے والے) پر ماں رضاعی کے وہ سب تعلق رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو حقیقی ماں کے بیٹے ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا اس حرمت کی بنیادی وجہ یہ نص قطعی ہے۔

وَأُمَّهَاتِكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ (النساء ۲۳) ترجمہ: اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو۔

چوتھی فصل

سوال: زنا کا نکاح میں مانع ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

زنا کا نکاح میں مانع ہونا

زانیہ عورت سے نکاح جمہور فقہاء کے نزدیک جائز ہے جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور اس اختلاف میں رائے کی وجہ اس فرمان الہی کے مفہوم کے تعین میں اختلاف ہے۔ کہ آیا اس سے مرد محض زنا کی ممانعت یا مذمت بیان کرنا مقصود ہے یا فی الواقع حرمت مقصود ہے اور نیز یہ کہ تحریم کی نسبت زنا کی طرف ہے یا نکاح کی جانب ہے۔ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا الْآزَانُ أَوْ مُشْرِكٍ وَحُرْمٌ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: اور زانیہ کے ساتھ مشرک یا زانی کے علاوہ کوئی نکاح نہ کرے اور ان کو مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔

جمہور فقہاء نے اس حکم کو بیان مذمت پر محمول کیا ہے اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ میری بیوی کسی چھوٹے والے کے ہاتھ کو نہیں روکتی۔ آپ نے فرمایا کہ خلافت دے دو۔ اس نے عرض کی کہ میں اس سے محبت بھی کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ پھر اسے اپنے پاس رکھو۔ بعض لوگوں کے نزدیک زنا کے ارتکاب سے نکاح منع ہوتا ہے یہی حسن کی رائے ہے۔

چھٹی فصل

سوال: نکاح میں عدو کیو کر مائع ہے؟

مائع عدو:

اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ ایک شخص کا دو بہنوں کو اپنے ساتھ ایک نکاح میں جائز نہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ نص قطعی ہے کہ۔ وَأَنْ تَجْمَعُو بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ۔ ترجمہ: اور یہ بھی تم پر حرام ہے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا۔ یہ نص قطعی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ساتویں فصل

سوال: غلامی نکاح سے کیوں روکتی ہے؟

مائع غلامی:

اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ غلام باندی سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر آزاد عورت ہو اور اس کے اولیاء راضی ہوں تو وہ غلام سے نکاح کر سکتی ہے۔ تاہم آزاد مرد کے باندی سے نکاح کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم کے نزدیک تو مطلقاً جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک عدم استطاعت اور (عدم طول) اور خوف عنت (بدکاری) کی صورت میں جائز ہے۔

آٹھویں فصل

سوال: نکاح میں کفر مائع ہے۔ ثابت کریں۔

مائع کفر:

مسلمان شخص کے لئے بالاتفاق بت پرست (دثنیہ) عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اس کے کہ فرمان

الہی ہے کہ:

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔

ترجمہ: ”اور کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رو کے رہو“ البتہ ملکیت کی صورت میں نکاح کے بارے میں اختلاف ہے اور اس امر پر اتفاق ہے کہ آزاد کتابی عورت سے نکاح جائز ہے سوائے اس کے کہ حضرت ابن عمر سے اسکے برخلاف مروی ہے۔ اور کتابی باندی سے نکاح کے بارے میں اختلاف ہے بحر حال اس پر اتفاق ہے کہ وہ ملک یمین سے حلال ہو جاتی ہے۔ بت پرست عورت سے ملکیت کے ساتھ نکاح کے بارے میں اختلاف کی وجہ یہ فرمان الہی ہے جسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اور دوسرا ذکر ہے کہ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ يُوْمِنَ: تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ مومنہ نہ ہو جائیں۔

نویں فصل

سوال: حالت احرام میں نکاح کیوں مانع ہے؟

مانع احرام:

امام مالک، امام شافعی، لیث اوزاعی اور امام احمد کے نزدیک محرم کا خود نکاح کرنا اور دوسرے کے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اگر اس نے نکاح کیا تو یہ نکاح باطل ہوگا۔ اور یہی حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عمر نیز حضرت زید بن ثابت کا قول ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج ہی نہیں ہے۔

دسویں فصل

سوال: مرض نکاح میں مانع ہے۔ حکم بیان کریں۔

مانع مرض:

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ مگر امام مالک کا مشہور قول ہے کہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ اگر نکاح ہو جائے تو تفریق کر دی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں کرائی جائے گی۔ تفریق مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

گیارہویں فصل

سوال: عدت نکاح سے کیوں ٹکرتی ہے؟

مانع عدت:

تمام فقہاء کرام اس امر پر متفق ہیں کہ عدت کے دوران نکاح جائز نہیں ہے۔ اگر وہ دونوں دوران عدت نکاح کریں تو زن و شوہر کے درمیان تفریق کر دی جائے گی خواہ عورت اپنی عدت حیض سے شمار کر رہی تھی یا حمل سے پورا کر رہی ہو یا مہینوں کے ذریعے حساب رکھا جائے۔ تاہم امام مالک، اوزاعی، اور لیث کہتے ہیں کہ ان کے درمیان تفریق کرادی جائے گی۔ اور وہ اس کے لئے بالکل حلال نہیں رہے گی جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ثوری فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان تفریق کرادی جائے گی مگر عدت ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کر سکیں گے۔

بارہویں فصل

سوال: زوجیت نکاح سے روکتی ہے۔ واضح کریں۔

مانع زوجیت:

فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ مسلمانوں یعنی (مر اور عورت دونوں) اور زمیوں کے مابین زوجیت مانع نکاح ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام ان عورتوں سے قربت کو گناہ خیال کرتے تھے جنکے شوہر زندہ ہوں یا ان کے ساتھ ہوں۔ سوال: نکاح کے موجبات خیار کتنے ہیں؟ بیان کریں۔

نکاح کے موجبات خیار

یعنی وہ امور جن کی بناء پر نکاح کے باقی رکھنے کا اختیار مل جاتا ہے وہ چار ہیں:

- ۱۔ خیار عیوب۔
- ۲۔ تنگدست ہونا۔
- ۳۔ شوہر کے مفقود الخیر ہونے کی صورت میں اختیار۔
- ۴۔ خیار عتق۔

پہلی فصل

سوال: خیار عیوب فی النکاح پر روشنی ڈالیں۔

خیار عیوب:

اگر زن وشوہر میں سے کسی میں کوئی عیب موجود ہو تو اس سے نکاح کے برقرار رکھنے کے اختیار کے بارے میں دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ کیا عیوب کی موجودگی میں نکاح رد ہو سکتا ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ کون سے عیوب سے نکاح رد ہو سکتا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟ پہلے پہلو کے بارے میں امام مالک اور شافعی اور ان کے مسلک کے اصحاب کہتے ہیں کہ عیوب سے نکاح کو باقی رکھنے یا رد کرنے کا اختیار مل جاتا ہے۔ اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ اس سے اختیار نہیں ملتا۔ اور یہی رائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہے دوسرے پہلو کے بارے میں ان فقہاء کے مابین جو نکاح کے رد ہو جانے کے قائل ہیں یہ اتفاق ہے کہ رد نکاح کا حکم یہ ہے کہ جب شوہر کو بیوی کے عیب کا علم ہو وہ اسے دخول سے پہلے طلاق دیدے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (یعنی مہر)

دوسری فصل

سوال: تنگدستی نکاح میں حکم رکھتی ہے یا نہیں؟ روشنی ڈالیں۔

شوہر کے اس قدر تنگدست ہونے کی صورت میں رد نکاح کا اختیار کہ وہ مہر نہ ادا کر سکے یا نفقہ نہ دے سکے۔ مہر نہ دے سکے کا بارے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر دخول نہ ہو تو عورت کو اختیار ملے گا۔ اور یہی امام مالک کی رائے ہے۔ مسلک مالک کے فقہاء کے مابین اس امر میں اختلاف ہے کہ شوہر کو کس قدر مہلت ملے گی؟ ایک قول یہ ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سال اور ایک قول ہے کہ دو سال۔ اور امام ابوحنیفہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (شوہر) عزیموں کی طرح کا ایک عزیم (جس کے ذمے کوئی تاوان یا قرض ہو) ہوگا اور ان کے درمیان تفریق نہیں کرائی جائے گی بلکہ شوہر کو ادائے نفقہ کا پابند کر دیا جائے گا۔ اور عورت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ ادائے مہر تک اپنے نفس سے اسے روک دے۔

تیسری فصل

سوال: شوہر کے مفقود الخیر ہونے کی صورت میں عورت کو کس قدر اختیار حاصل ہے؟

شوہر کے مفقود الخیر ہونے کی صورت میں اختیار:- اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخیر ہو گیا ہو اور دارالاسلام میں اسکی کوئی خبر نہ ہو تو امام مالک بیان کرتے ہیں کہ جس وقت عورت اپنا معاملہ حاکم کے سامنے پیش کرے اس وقت سے لے کر اسکے لئے چار سال کی مدت مقرر کی جائے گی۔ یہ مدت پوری کر کے عورت چار ماہ دس دن عدت گزارے گی اور نکاح ثانی کے لئے حلال ہو جائے گی۔ جبکہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور ثوری فرماتے ہیں کہ جب تک مفقود الخیر کی موت کی اطلاع نہ ہو جائے اسکی بیوی قید نکاح سے آزاد نہ ہوگی۔ اور ان کا یہ قول حضرت علی و ابن مسعود دونوں سے یکساں مروی ہے۔

چوتھی فصل

سوال: خیار عتق کی تعریف و مثال بیان کریں۔

خیار عتق:

اگر باندی کسی غلام سے نکاح میں ہو اور آزاد ہو جائے تو اسے اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس نکاح کو برقرار رکھے یا نہ رکھے۔ تاہم اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ اگر غلام آزاد ہو جائے تو وہ اپنے سابقہ نکاح کو برقرار رکھے یا نہیں؟ یا پھر اگر کوئی باندی آزاد کے نکاح میں ہو تو کیا اس کے آزاد ہونے پر اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ امام مالک، امام شافعی، اہل مدینہ اوزاعی اور احمد لیث کے نزدیک اسے اختیار حاصل نہیں ہوگا، اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ثوری کے نزدیک شوہر آزاد ہو یا غلام، باندی کو آزاد ہونے پر نکاح کے باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار حاصل ہے۔

سوال: حقوق زوجیت پر روشنی ڈالیں۔

حقوق زوجیت

شوہر پر لازم بیوی کے حقوق میں سے ایک حق نفقہ اور کسوا (خرچ اور لباس) ہے اس لئے یہ فرمان الہی ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ -

ترجمہ: اور بچے کے باپ کو احسن طریقے سے انھیں کھانا اور کپڑا دینا ہوگا۔ اور فرمان نبوت ہے کہ تم پر انکا لباس اور کھانا پینا رواج کے مطابق لازم ہے اور آپ نے ہمدہ سے فرمایا کہ جو تمہیں اور تمہارے بیٹے کو کافی ہو وہ لے لو۔

سوال: نکاح کی کونسی اقسام ہیں؟ جن کے بارے میں کھلی ممانعت موجود ہے۔ مفصل لکھیں۔

ممنوع اور فاسد نکاح

جن اقسام کے نکاح کے بارے میں کھلی ممانعت موجود ہے وہ چار ہیں:

- ۱۔ نکاح شغار
- ۲۔ نکاح متعہ
- ۳۔ خطبہ بربطہ
- ۴۔ نکاح محلل

نکاح شغار:

نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی زیر سرپرستی لڑکی کا دوسرے شخص سے نکاح کر دے اور وہ دوسرا شخص اپنی زیر سرپرستی (ولی) لڑکی کا نکاح اس پہلے شخص سے کر دے اور دونوں میں سے کسی کا کوئی ہی مہر مقرر نہ ہو سوائے جنسی انتفاع کے تبادلے کے۔ اس نکاح کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کے بارے میں ممانعت موجود ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایسا نکاح ہو جائے تو کیا مہر مثل سے درست ہو جائے گا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہو سکتا اور دخول سے پہلے اور دخول کے بعد میں فسخ ہو جائیگا یہی امام شافعی کی رائے ہے۔ مگر ان کے نزدیک اگر ایک کا یا دونوں کا مہر ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل لازم ہوگا اور جو مہر انہوں نے متعین کیا ہوگا وہ فاسد ہوگا۔

نکاح متعہ:

متعہ کی حرمت کے بارے میں متواتر احادیث موجود ہیں۔ مگر احادیث میں حرمت کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض روایت میں ہے کہ متعہ خیر کے موقع پر حرام ہوا اور کچھ روایات میں حرمت حجۃ الوداع، عمرہ قضاء غزوہ تبوک اور عام اوطاس بیان ہوا ہے۔ اور عطاء سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا ہے کہ ہم عہد نبوت، عہد ابوبکر، اور حضرت عمر کے عہد خلافت کے نصف تک متعہ کرتے رہے بعد ازاں حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ممانعت کر دی۔

خطبہ پر خطبہ

اس بارے میں تین اقوال پہلے ہی گزر چکے ہیں ایک قول فسخ کا ہے دوسرا قول فسخ کا ہے اور تیسرا امام مالک نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر پہلا خطبہ (پیغام) مکمل ہونے کے قریب ہے تو اس پر دوسرا خطبہ دینا درست نہ ہوگا لیکن اگر پہلا خطبہ مکمل نہیں زیر غور ہے تو اس پر دوسرا خطبہ دینا درست ہے۔

نکاح محلل:

وہ نکاح جو مقصود مطلقہ ثلاث کا حلالہ ہو امام مالک فرماتے ہیں کہ (حلالہ کے مقصد سے کیا گیا) نکاح فسخ ہوگا مگر امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے۔

۲۔ کتاب الطلاق طلاق کا بیان

اس بیان میں چار مباحث ہیں۔

مبحث اول:۔ طلاق کی اقسام

مبحث دوم:۔ طلاق کے ارکان

مبحث سوم:۔ رجوع

مبحث چہارم:۔ مطلقات

مبحث اول:

طلاق کی اقسام

یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

پہلا باب: طلاق بائن اور طلاق رجعی

دوسرا باب: طلاق مسنون اور طلاق بدعت

تیسرا باب: جُلْع

چوتھا باب: طلاق اور فسخ نکاح کا فرق

پانچواں باب: اختیار اور تملیک

سوال: طلاق کی اقسام کتنی ہیں۔ ان پر نوٹ لکھیں؟

طلاق بائن اور طلاق رجعی:

فقہاء کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ طلاق کی دو قسمیں ہیں طلاق بائن اور طلاق رجعی۔ رجعی طلاق وہ ہے جس میں شوہر کو عورت کی مرضی کے بغیر رجوع کا اختیار باقی رہے۔ اور شرط یہ ہے کہ عورت (بیوی) سے دخول کر چکا ہو۔

اس لئے فرمان الہی ہے کہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَتَقَرُّ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا تَخْرُجُو
هُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ
يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهُ يُنْزِلُ عَلَيْكَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا

(الطلاق: ۱)

ترجمہ: اے نبی ﷺ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں انکی عدت کیلئے طلاق دیا کرو۔ اور عدت کے زمانے کا ٹھیک ٹھیک شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے (زمانہ عدت میں) نہ تم انہیں انکے گھروں سے نکالو اور یہ کہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں۔ یہ اللہ کی مقرر مردہ حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کریگا وہ اپنے اوپر خود ظلم کریگا۔ تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ موافقت کی کوئی صورت پیدا کر دے۔

اور اسلئے کہ حضرت عمرؓ کی مستند حدیث ہے کہ جب انہوں نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ رجوع کریں اور بعد ازاں پاکی کے ایام میں طلاق دیں۔ طلاق بائن کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ طلاق بائن دخول نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے۔ تین طلاقوں کی صورت میں ہوتی ہے اور خلع کا معاوضہ لینے کی صورت میں ہوتی ہے باوجودیکہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح ہے اس امر پر اتفاق ہے کہ عدت طلاق سے طلاق بائن آزاد کے حق میں اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ دی گئی ہوں اسلئے کہ فرمان الہی ہے کہ الطلاق مرتنان جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ تین کے لفظ کے ساتھ طلاق کا حکم تین طلاق کا ہے اور اہل ظاہر اور دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ ایک ہی طلاق ہے اور تین کے لفظ کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اولاً فرمان الہی ہے کہ۔ الطلاق مرتنان۔ اور اسکے بعد تیسری طلاق کا اس طرح ذکر فرمایا کہ۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ اس بنا پر ایک ہی لفظ سے دی گئی تین طلاقیں ایک ہی قرار پائیں گے۔ تین طلاقیں نہیں کہلائیں گی۔

سوال: طلاق سنت اور طلاق بدعت پر نوٹ لکھیں۔

طلاق سنت اور طلاق بدعت

طلاق سنت:

جس بیوی سے صحبت ہو چکی ہو اسے پاکی کے زمانے میں اس طرح ایک طلاق دینا کہ اس طہر میں اس شوہر اسکے پاس نہ آیا ہو وہ طلاق سنت ہے۔

طلاق بدعت:

جس بیوی سے صحبت ہو چکی ہو اسے ناپاکی کے زمانے میں (یعنی حیض کے ایام میں) طلاق دینا یا اس

ظہر کے زمانے میں طلاق دینا جس میں شوہر اس کے پاس آیا ہو طلاق بدعت ہے۔

طلاق سنت کا حکم:

اس میں دو درجے ہیں۔ پہلا یہ کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ طلاق سنت کی شرط یہ ہے کہ زمانہ عدت میں کوئی اور طلاق نہ دی جائے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہر ظہر میں ایک طلاق ہی طلاق سنت ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں دینا سنت نہیں کہ جبکہ امام شافعی کے نزدیک سنت ہے۔

طلاق بدعت کا حکم:

جمہور فقہاء کے نزدیک حالت حیض میں دی گئی طلاق نہ تو نافذ ہے اور نہ ہی واقع ہوئی۔ جن کے نزدیک طلاق نافذ ہوگی انکے پاس حضرت عمر کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے حیض کے ایام میں رجوع کا حکم دیا تھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو رجوع کا حکم بھی نہ ہوتا اس لئے یہ طلاق نافذ ہے اور جن کے نزدیک یہ طلاق نہیں ہوئی ان کی دلیل یہ ہوگی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: جو فعل یا عمل ہمارے حکم کے برخلاف ہے وہ رد ہے۔

سوال: خلع کی تعریف بیان کریں، اس کا جواز، شرائط اور متعلقہ احکام پر مفصل نوٹ لکھیں۔

خلع

خلع، صلح اور مبارات کا قریب قریب ایک مفہوم ہے اور وہ یہ کہ بیوی شوہر سے مال کے بدلے طلاق حاصل کرے۔ فرق یہ ہے کہ خلع میں عورت حصول طلاق کے لئے شوہر کو وہ تمام مال دیتی ہے جو شوہر نے اسے دیا ہو اور صلح میں اسے کچھ مال دیتی ہے جو اس نے لیا ہو۔ اور فد یہ میں اس سے زائد دیتی ہے اور مبارات میں شوہر پر عورت اس کو ساقط کر دیتی ہے۔ جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے۔

۱۔ خلع کا جواز

۲۔ خلع کی شرائط

۳۔ کیا خلع طلاق ہے یا فسخ ہے

۴۔ متعلقہ احکام

پہلی فصل

خلع کا جواز:

اکثر فقہاء کا اتفاق ہے کہ خلع جائز ہے۔ اور اس کے جواز کے دلائل کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا افْتَدْتُمْ بِهِ (البقرة۔ ۲۳۹) مضافاً کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ مال دے کر اس سے علیحدگی اختیار کرنے۔

اور حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ ثابت بن قیس کی زوجہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول ﷺ میں ثابت بن قیس کے نیک برتاؤ اور خوبی دین میں کچھ عیب نہیں لگاتی لیکن حالت اسلام میں کفر (ناشکری) کو برا جانتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی؟ اس نے کہا ہاں۔ آنحضرت ﷺ نے ثابت بن قیس سے فرمایا کہ باغ لے لو اور ایک طلاق دے دو۔ ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو بخاری و امام داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور انکی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

دوسری فصل

شرائط خلع: شرائط جواز کے بارے میں چار امور زیر بحث آتے ہیں۔

کتنی مقدار پر خلع جائز ہے؟

کس قسم کے عوض پر خلع جائز ہے؟

کس حالت میں جائز ہے؟

کوئی عورت کی طرف سے یا اس کے کس ولی کی جانب سے خلع درست ہے؟ غرض اس فصل میں یہ چار

مسائل ہیں۔

کتنی مقدار پر خلع جائز ہے؟ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ امام مالک، امام شافعی، اور متعدد فقہاء کے نزدیک اگر بیوی ناشزہ (نافرمان) ہو تو وہ شوہر کی جانب سے دیئے گئے مہر سے زائد پر اتنی ہی مقدار پر اور اس سے کم پر خلع حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن بعض فقہاء نے کہا ہے کہ وہ شوہر کی جانب سے دیئے گئے مہر سے زائد پر خلع حاصل نہیں کر سکتی۔

۲۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک معاوضہ خلع کی کیفیت اور اس کا وجود معلوم ہونا چاہئے۔ جبکہ امام

مالک کے نزدیک معدوم شے پر اس شے پر جس کی مقدار اور وجود معلوم ہو پر بھی خلع جائز ہے۔
 ۳۔ جمہور فقہاء کے نزدیک زن و شوہر کی باہم رضامندی سے خلع جائز ہے الا یہ کہ رضامندی کسی ایسے امر پر نہ ہو کہ جس میں عورت کا نقصان ہو۔ اس سلسلے میں دلیل یہ فرمان الہی ہے
 وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْنَهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ۔
 ترجمہ: اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں تنگ کر کے اس مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو۔ جو تم انہیں دے چکے ہو
 ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں۔

۳۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اشیرہ (سمجھدار عورت) اپنے نفس کی جانب سے خلع کر سکتی ہے اور باندی اپنے نفس کا خلع اس وقت کر سکتی ہے جب اسکا مالک اجازت دیدے اور اسی طرح سفیہ (بیوقوف عورت) اپنے ولی کے ساتھ خلع کر سکتی ہے ان فقہاء کے نزدیک جو سفیہ پر حجر (پابندی) کے قائل ہیں۔ امام مالک کے نزدیک یہ رائے ہے کہ باپ جس طرح اپنی کسین بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے اسی طرح اس کی جانب سے خلع کر سکتا ہے۔

تیسری فصل

خلع کی نوعیت:

جمہور فقہاء کے نزدیک خلع طلاق ہی ہے اور یہی قول امام کا بھی ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق اور فسخ دونوں ہیں اور امام شافعی کے نزدیک خلع فسخ ہے اور یہی امام احمد کی رائے ہے اور امام داؤد کی رائے ہے۔ اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس کی بھی یہی رائے ہے۔ امام شافعی سے ایک قول مروی یہ بھی ہے کہ یہ دراصل کنایہ ہے کہ اگر اس سے مراد طلاق ہو تو طلاق ہے ورنہ فسخ ہے لیکن انکا بعد کا قول خلع کے طلاق ہونے کا ہے اور طلاق اور فسخ کا نتیجہ ہے کہ خلع کو طلاق کی تعداد میں شمار کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے اسلئے کہ اگر شوہر کو عدت میں رجوع کا حق حاصل رہے تو بھی عورت کو معاوضہ دینا پیکار ہے۔ ابو ثور کہتے ہیں کہ شوہر نے طلاق کا لفظ استعمال نہ کیا ہو تو اسکو حق رجوع بھی نہیں ہے۔ اور اگر طلاق کا لفظ استعمال کیا ہو تو اسے رجوع حاصل ہے۔

چوتھی فصل

خلع سے جو احکام متعلق ہیں:

خلع کے بارے میں ایک حکم یہ ہے کہ خلع لینے والی پر کیا ساتھ ہی طلاق بھی واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر طلاق بھی ساتھ ہی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی اور امام شافعی بیان فرماتے ہیں کہ واقع نہیں ہوگی اگرچہ ساتھ ہی ہو۔ جبکہ امام ابوحنیفہ کی رائے اس کے برعکس ہے۔ انکے نزدیک طلاق فوراً ہونے یا بعد ہونے میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ یعنی جن فقہاء کے نزدیک خلع احکام نکاح میں سے ہے انکے لئے طلاق واقع ہمارا نہیں ہوگی۔

طلاق اور فسخ میں فرق:

فسخ نکاح جو تین طلاقوں میں شمار نہیں ہوتا۔ طلاق جو تین طلاقوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کے بارے میں امام مالک سے دو اقوال منقول ہیں ایک یہ کہ اگر جواز نکاح میں کوئی اختلاف ہو اور اختلاف مشہور ہو تو اس صورت تفریق طلاق ہے اور انہی کا دوسرا قول ہے اس کے بارے میں اصل اعتبار اس سبب کا ہوگا جو تفریق کا موجب بنا ہو اگر اس سبب کا تعلق زوجین سے نہ ہو کہ دونوں تعلق نکاح برقرار رکھنا چاہیں مگر اس کا باقی رکھنا صحیح نہ ہو تو یہ فسخ ہوگا۔

اختیار اور تملیک:

احکام طلاق میں ایک خاص حکم تملیک اور اختیار کا ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک تملیک تخیر کے علاوہ ہے یعنی ان کے نزدیک تملیک کے معنی ہیں کہ بیوی کو حق طلاق کا مالک بنا دیا جائے ایک طلاق ہو یا زائد اور شوہر اگر چاہے تو طلاق رد بھی کر سکتا ہے جبکہ اختیار اسکے برعکس ہے۔ یعنی خیار سے ایسی طلاق واقع ہوتی ہے جس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے الا یہ کہ یہ تخیر مقید ہو تو مثلاً شوہر یہ کہے کہ اپنے نفس کو اختیار کر لے یا ایک یا دو طلاق اختیار کر لے۔ جبکہ امام مالک کے نزدیک خیار مطلق میں وہ یا اپنے شوہر کا چن لے یا پھر طلاق ثلاث اختیار کرے اس سے جدا (بائنہ) ہو جائے اور اس صورت میں اسے محض ایک طلاق کا اختیار نہ ہوگا۔ امام مالک کے نزدیک اگر عورت اپنے آپ پر طلاق واقع نہ کرے تو تملیک باطل نہیں ہوتی۔ الا یہ کہ یا تو زیادہ لمبا عرصہ گزر جائے یا وہ مجلس ختم ہو جائے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تملیک اس وقت تک باقی رہے گی جب تک عورت یا تو اپنے آپ کو طلاق دے لے یا پھر تملیک کو رد کر دے۔

مبحث دوم

یہ بحث تین ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب: طلاق کے الفاظ پر شرائط

دوسرا باب: کس کی طلاق جائز ہے اور کس کی ناجائز؟

تیسرا باب: کن عورتوں پر طلاق واقع ہوتی ہے اور کن پر نہیں ہوتی؟

پہلا باب

طلاق کے الفاظ اور اس کی شرائط:

یہ باب مزید دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل۔ طلاق مطلق کے الفاظ کی انواع۔ دوسری فصل طلاق مقید کے الفاظ کی انواع۔

سوال: مطلق طلاق کے الفاظ کی اقسام بیان کریں۔

پہلی فصل

مطلق طلاق کے الفاظ کی اقسام:

فقہاء کا اس امر پر اجماع ہے کہ نیت اور صریح الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا طلاق غیر صریح الفاظ مگر نیت کے ساتھ، یا نیت کے بغیر صریح الفاظ کے یا الفاظ کے ساتھ بغیر نیت کے واقع ہو جاتی ہے؟ جن فقہاء کے نزدیک نیت اور صریح الفاظ طلاق کی شرائط ہیں انہوں نے گویا ظاہر شریعت کی اتباع کی ہے۔ اور اسی طرح ان فقہاء کے نزدیک بھی جنہوں نے ظاہر کو صریح کا مقام دیا ہے اور جن فقہاء نے طلاق کو نذر اور یمین کے مشابہ قرار دیا ہے ان کے نزدیک صرف نیت سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ مطلق طلاق کے الفاظ دو قسم کے ہوتے ہیں صریح اور کنایا۔ البتہ صریح اور کنایا کی وضاحت اور ان کے احکام اور لزومات کے بارے میں اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں خاص لفظ طلاق صریح ہے اور اسکے علاوہ کنایہ ہے اور صریح کی بھی ان کے نزدیک دو اقسام ہیں ظاہر اور متحمل اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ صریح طلاق کے تین الفاظ ہیں طلاق۔ فراق۔ سراح۔ (رہائی)۔

دوسری فصل

سوال:- مقید کی کتنی قسمیں ہیں؟

طلاق مقید:

مقید کی قید کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ قید شرط ۲۔ قید استثناء۔

قید شرط یہ ہے کہ طلاق دینے والا اپنے فعل کو کسی صاحب اختیار کے اختیار کے ساتھ یا مستقبل میں واقع ہونے والے کسی فعل کے ساتھ مشروط کر دے یا کسی ایسی لاعلم شے سے متعلق کر دے جب تک وہ ظاہر نہ ہو۔ اس کے وجود کا علم نہ ہو سکے اور اس پر طلاق معلق کر دے وہ طلاق مقید جس میں استثناء کی قید ہو اس میں صرف تعداد کا تصور ہوگا۔ اور اس کی تین صورتیں ہونگی کہ یا تو بائسنہ تمام تعداد کو مستثنیٰ کر دیا مثلاً یہ کہا کہ تجھے تین طلاقیں مگر تین طلاقیں، مگر دو طلاقیں سوا دو طلاقوں کے یا اس تعداد سے کم کو مستثنیٰ کرے تو اگر زائد تعداد میں سے کم کو مستثنیٰ کرے تو یہ استثناء بلا خلاف درست ہے۔ اور اس میں مستثنیٰ ساقط ہو جائے گا۔

کس طلاق دینے والے کی طلاق جائز ہے؟ اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ عاقل بالغ اور آزاد شوہر جسے مجبور نہ کیا گیا ہو وہ طلاق دے سکتا ہے۔ البتہ مکروہ (مجبور) سکران، مدھوش مریض اور بلوغ کے قریب شخص کی طلاق میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام داؤد اور متعدد فقہاء کے نزدیک طلاق مکروہ (مجبور) واقع نہیں ہوتی۔ یہی رائے عبداللہ بن عمر اور ابن الزبیر، عمر بن خطاب، علی ابن ابی طالب، اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہیں۔ مگر مسلک شافعی کے فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ اس نے نیت کی ہے یعنی اگر مکروہ (مجبور) نے خود بھی نیت کر لی تو دو قول ہیں۔ ۱۔ مگر صحیح قول یہی ہے کہ طلاق لازم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس نے نیت نہیں کی تو بھی دو اقوال ہیں تاہم صحیح قول یہی ہے کہ لازم نہیں ہوتی۔

سوال: کن عورتوں پر طلاق واقع ہوتی ہے؟ مفصل لکھیں۔

جواب: باتفاق فقہاء طلاق ان عورتوں پر واقع ہے جو شوہروں کے نکاح میں ہوں یا ان کی طلاق رجعی کی عدت ختم نہ ہوئی ہو۔ یعنی یہ کہ اجنبی عورتوں پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس بارے میں حضرت امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے جو کہ حضرت عمر ابن شعیب عن ابیہ وعن جدہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طلاق نکاح کے بعد ہوتی ہے۔ اور روایت آخری میں یہ الفاظ ہیں کہ غیر مملوک عورت پر طلاق نہیں ہے۔ اور غیر مملوک غلام کو آزاد نہیں کیا جاسکتا۔

مبحث سوم

سوال: طلاق کی دو اقسام ہیں دونوں میں رجعت کے احکام بیان کریں۔
 طلاق کی چونکہ دو قسمیں ہیں طلاق بائن اور طلاق رجعی اور طلاق بائن کے بعد رجعت کے احکام طلاق
 رجعی کے بعد کے احکام سے مختلف ہیں اسلئے یہ حصہ دو ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔

پہلا باب: طلاق رجعی کے بعد احکام رجعت

دوسرا باب: طلاق بائن کے بعد احکام رجعت

طلاق رجعی میں رجعت کے احکام

فقہاء کا اس امر پر اجماع ہے کہ شوہر طلاق رجعی کے بعد دوران عدت اپنی مطلقہ بیوی سے بغیر اس کی
 مرضی کے رجوع کر سکتا ہے۔

اس لئے فرمان الہی ہے کہ:

وَبُعُو لَتِهِنَّ اَحَقُّ بِرِ دِّهْنِنَا فِي ذٰلِكَ

ان کے شوہر انہیں پھر زوجیت میں لینے کے بعد حقدار ہیں۔

اور اس طلاق (رجعی) کی شرط یہ ہے کہ صحیت ہو چکی ہو نیز اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ رجوع زبانی بھی
 ہو سکتا ہے اور شوہر گواہ بھی بنا سکتا ہے۔ اس بارے میں امام مالک کے نزدیک گواہ بنانا مستحب ہے امام شافعی کے
 نزدیک گواہ بنانا واجب ہے۔

طلاق بائن میں رجوع کے احکام

تین طلاقوں سے کم میں طلاق بائنہ بلا اتفاق صرف غیر مدخولہ پر واقع ہوتی ہے۔ اور مٹلعه (جس سے خلع
 ہوا ہو) پر با اختلاف واقع ہوتی ہے۔ اور طلاق بائن کے بغیر عوض واقع ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ اس
 طلاق (طلاق خلع) کے بعد رجوع کا حکم اسی طرح ہے جس طرح از سر نو نکاح کی ہے کہ مہر کا ہونا ولی کا ہونا اور
 رضا مندی کا ہونا شرط ہے مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اس میں عدت کے پورے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ لیکن
 بعض فقہاء نے انفرادی رائے اختیار کی ہے کہ مٹلعه (خلع کرنے والی) سے دوران عدت نہ تو اس کا شوہر نکاح
 کر سکتا ہے اور نہ کوئی اور نکاح کر سکتا ہے۔ گویا ان حضرات کے نزدیک دوران عدت نکاح کی ممانعت بطور
 عبادت ہے۔

بصورت حلالہ:

اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ تین طلاقوں سے بائنتہ عورت سے اسکا پہلا شوہر اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح نہ کر لے اور شوہر سے ہم بستر ہو کر طلاق نہ پالے یا بیوہ نہ ہو جائے۔

بحث چہارم

اس بحث میں دو ابواب ہیں۔ پہلا عدت کے بیان میں اور دوسرا متعہ کے بیان میں۔

سوال: عدت کا بیان مفصل تحریر کریں۔

عدت

اس باب کی دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: بیوی کی عدت

دوسری فصل: ملک یمین کی عدت

پہلی فصل

بیوی کی عدت: اس کی دو اقسام ہیں ایک معرفت عدت اور دوسری معرفت احکام عدت۔

معرفت عدت: ہر بیوی یا تو آزاد ہوتی ہے یا باندی اور ان میں سے جب بھی مطلقہ ہوگی یا مدخول ہوگی یا غیر

مدخولہ ہوگی۔ غیر مدخولہ پر تو کوئی عدت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ فرمان الہی ہے کہ

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ عِدَّتُ تَعْتَدُ بِهَا (الاحزاب ۴۹)

پس تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں۔

احکام عدت

اس امر پر اتفاق ہے کہ مطلقہ کو رجعی کے دوران عدت رہائش، نفقہ ملے گا اور اسی طرح حاملہ عورت کو بھی

ملے گا۔

اس لئے کہ فرمان الہی ہے کہ

أَسْكِنُوا هُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ۔

ترجمہ: ان کو زمانہ عدت میں ایسی دوا رکھو جہاں تم رہتے ہو۔ جیسے کچھ بھی جگہ تمہیں میسر ہو۔ دوسری جگہ فرمان الہی ہے۔

وَإِنْ كُنَّ أَرْبَابَ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ - (طلاق ۶)

ترجمہ: اگر وہ حاملہ اور ان پر اس وقت تک خرچ کرو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے۔

متعہ کا بیان

جمہور فقہاء نے ہر ایک ہر مطلقہ کے لئے متعہ (وہ اشیاء جو مطلقہ کو شوہر کی طرف دی جائیں) واجب نہیں۔ امام مالک نے نزدیک تم ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اس مطلقہ قبل دخول کے لئے واجب ہے لہذا یہ کہ اس کا مہر مثل متعہ دیا گیا ہو۔ اور اسے قبل دخول طلاق دے دی گئی ہو۔ اور یہی جمہور فقہاء کی رائے ہے۔

باب

حکمین کا بیان: اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور ان کے جھگڑے کی تفصیل کا علم نہ ہو تو بالاتفاق فیصلے سے ان کے مابین بہتری کیلئے دو حکم بھیجنا جائز ہے۔ اس لئے کہ فرمان الہی ہے کہ۔ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَ حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا - (النساء ۳۵)

ترجمہ: اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حاکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک حاکم عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ یہ دونوں حاکم میاں بیوی اور ان کے رشتہ داروں میں سے ہونے چاہیں یوں کہ ایک میاں کا رشتہ دار ہو اور دوسرا بیوی کا رشتہ دار ہو اور اگر ان دونوں میں حاکم موجود نہ ہو جو صلح کرا سکیں تو غیر خاندان کے لوگ بھی حاکم بنائے جاسکتے ہیں۔

سوال: قرآن کے مطابق ایلاء کسے کہتے ہیں؟

ایلاء کا بیان

اس باب میں اصل یہ فرمان الہی ہے کہ عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھے۔ ان کے لئے چار مہینے کی سہلت ہے۔ ایلاء کے بارے میں معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے چار ماہ یا چار ماہ سے زائد یا غیر مذکورہ مدت تک صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے۔

سوال: ظہار کسے کہتے ہیں؟ اس کے الفاظ و حکم بیان کریں۔

ظہار کا بیان

ظہار کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہے۔ جسکے بارے میں یہ فرمان الہی ہے کہ۔

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ - (المجادلة ۵)

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی اس بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تھی تو قبل اس کے دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔

پہلی فصل

ظہار کے الفاظ: فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو میرے لئے میری ماں کی مثل ہے۔ یا میری ماں کی پشت کی طرح ہے تو یہ ظہار ہے یا پھر کسی بھی عضو کا ذکر کیا۔ خواہ ماں کا ذکر کیا یا نہ کیا یا پھر کسی ذات کا ذکر کیا جو کہ محرم ہو اور اس کے ساتھ نکاح نہ ہو سکتا ہو تو وہی شخص اگر مثل ٹھہرایا گیا ہے تو یہ ظہار ہے۔

حکم: جو شخص ظہار کرے اسے اس کا کفارہ قبل اس کے ادا کرنا ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو چھوئے اس کا کفارہ بمطابق قرآن کریم کی نص قطعی کے حکم سے ہے کہ ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اور یہ کفارہ رجوع ہی کرنے کی ایک صورت ہے۔

دوسری فصل

سوال: کس عورت سے ظہار درست ہے؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ ظہار کرنا ایک درست عمل نہیں تاہم وہ عورتیں جن سے اس قسم کی گفتگو ظہار کہلاتی ہے وہ صرف بیوی، جو نکاح میں ہو۔ دوسری کسی بھی عورت سے اس مثل ماں یا محرم ناپ سے گفتگو ظہار نہیں کہلاتی۔

چوتھی فصل

اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مظاہر (ظہار کرنے والے پر) صحبت حرام ہے۔ البتہ چھونے میں مباشرت کرنے اور نظر تلذذ سے دیکھنے کا بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ صحبت اور تلذذ کی تمام انواع، چھونا، بوسہ لینا اور نظر تلذذ سے دیکھنا ممنوع ہے۔ ماسوا اس کے چہرے، ہاتھوں اور ہتھیلیوں کے۔ امام ابو حنیفہ کی بھی یہی رائے ہے البتہ دیکھنے میں انکے نزدیک صرف شرمگاہ پر نظر کرنا ممنوع ہے جبکہ امام شافعی کہتے ہیں کہ ظہار سے صرف صحبت ممنوع ہوتی ہے اور اس کے سوا کوئی بات ممنوع نہیں ہوتی اور یہی رائے ثوری، احمد اور

ایک جماعت فقہاء کی ہے۔

پانچویں فصل

سوال: دوبارہ نکاح سے ظہار باقی رہے گا یا نہیں؟

دوبارہ نکاح سے ظہار باقی رہے گا یا نہیں:۔ اگر ظہار کے بعد شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی اور ابھی تک کفارہ نہیں دیا تو بعد ازاں بیوی سے رجوع کر لیا تو کیا یہ ظہار باقی رہے گا اور شوہر کا بیوی سے مساس (چھونا، اختلاط) ناجائز ہی رہے گا۔ تا آنکہ وہ کفارہ ادا کرے تو اس بارے میں اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر تین سے کم طلاق دے اور دوران عدت یا بعد عدت رجوع کر لیا تو اس پر کفارہ ظہار باقی رہے گا۔ لیکن اگر عدت کے علاوہ رجوع کیا (یعنی نکاح کر لیا) تو پھر کفارہ نہیں ہے اور امام شافعی کا دوسرا قول امام مالک کے قول کے مطابق ہے اور امام محمد بن الحسن کہتے ہیں کہ ظہار ہر حال میں برقرار رہے گا، خواہ شوہر نے بیوی سے دو طلاقوں، تین طلاقوں، یا ایک طلاق کے بعد نکاح کر لیا ہو۔

چھٹی فصل

سوال: کیا ظہار ایلاء میں تبدیل ہو جاتا ہے؟

جواب: اگر شوہر ضرر رساں ہو تو کیا ظہار ایلاء بن جائے گا، یعنی اگر شوہر باوجود قدرت کے کفارہ نہ ادا کرے تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ظہار پر ایلاء کا حکم عائد نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ دونوں کے احکام مختلف ہیں خواہ شوہر عورت کو ضرر پہنچا رہا ہو یہی امام اوزاعی امام احمد اور ایک جماعت کی رائے ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ظہار کا کفارہ ادا نہ کرے تو یہ ظہار ایلاء بن جائیگا۔ اور ثوری کہتے ہیں کہ چار ماہ گزرنے کے بعد ظہار پر ایلاء کا حکم عائد ہو جائے گا خواہ شوہر اس کو ایذا پہنچانے والا ہو یہ نہ ہو۔

سوال: کفارہ ظہار کے احکام انواع ان کی ترتیب اور صحت کی شرائط بیان کریں۔

ساتویں فصل

کفارہ ظہار کے احکام:

ظہار کے کفارہ کے کئی فقہی پہلو ہیں۔

کفارہ کی انواع اور ان کی ترتیب
کفارہ کی نوع کی صحت کی شرائط
تاہم کفارہ کی انواع بالا جماع تین ہیں۔ غلام آزاد کرنا، دو ماہ کے روزے رکھنا، مسکینوں کو کھانا کھلانا یہ
تینوں کی با ترتیب انواع ہیں۔

لعان کا بیان

لعان کے وجوب کے بیان کے علاوہ یہ بیان پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔
پہلی فصل: ان دعوؤں کی صورتیں جن میں لعان لازم آجاتا ہے اور اس کی شرائط۔
دوسری فصل: لعان کرنے والوں کی صفات۔
تیسری فصل: کیفیت لعان۔
چوتھی فصل: کسی ایک فریق کا رجوع اور انکار۔
پانچویں فصل: لعان کے ناگزیر احکام۔

پہلی فصل

وہ دعوے جو لعان کے لازم کرنے والے ہیں اور ان کی شرائط لعان کے دعوؤں کی دو صورتیں ہیں۔
ایک زنا کا دعویٰ اور دوسرا حمل کا انکار۔ زنا کے دعویٰ کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو محض دعویٰ ہو یا شہادت کے طور
پر گواہی دے کہ میں نے اسے زنا کا مرتکب دیکھا ہے۔ اسی طرح حمل کے انکار کی بھی دو صورتیں ہیں کہ یا تو
مطلق انکاری ہو یا شوہر یہ دعویٰ کرے کہ بیوی کے استبراء کے بعد اس نے اس سے صحبت نہیں کی۔

دوسری فصل

سوال: لعان کرنے والوں کے اوصاف بیان کریں۔

جواب: لعان کرنے والوں کے اوصاف:- بعض فقہاء کی یہ رائے ہے کہ لعان زن و شوہر کے مابین ہوتا ہے خواہ
وہ دونوں آزاد ہوں یا دونوں غلام ہوں، یا ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام اور خواہ ان دونوں پر یا ایک پر پہلے
کبھی حد جاری ہوئی ہو یا دونوں عادل (پارسا) ہوں اور یہ کہ وہ دونوں مسلمان ہوں یا شوہر مسلمان ہو
اور بیوی کافرہ۔ بحر حال اگر دونوں (زن و شوہر) کافر ہوں تو ان کے مابین لعان نہیں ہوگا۔

تیسری فصل

سوال: لعان کی کیفیت بیان کریں۔

لعان کی کیفیت:

لعان کی کیفیت تمام فقہاء کے نزدیک وہی ہے جو قرآن کریم کے ظاہری الفاظ میں بیان ہوئی ہے اور اس میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے یعنی یہ کہ شوہر چار قسمیں اللہ کے نام کی اس طرح کھائے۔ اس نے اسے زنا کا ارتکاب کرتے دیکھا ہے اور بیوی کا حمل اسکا نہیں ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت بعد ازاں بیوی اس کے برعکس چار مرتبہ گواہی دے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹی ہو تو اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔ یہ تمام امور متفق علیہ ہیں۔

چوتھی فصل

سوال: زن و شوہر میں سے کسی کا لعان سے انکار یا رجوع کا حکم بیان کریں۔

زن و شوہر میں سے کسی کا لعان سے انکار یا رجوع:۔ جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حد تو جاری نہیں ہوگی لیکن اسے (قید) کیا جاسکے گا۔ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ دلیل ہے کہ (والذین یرموا المحصنات) کا حکم لعان سے ہے اور اس حکم میں ہر شخص شامل ہے خواہ وہ شوہر ہی کیوں نہ ہو۔ نیز لعان میں شوہر کی قسمیں گواہوں کے قائم مقام قرار دی گئی ہیں۔ اور اسکا مطلب ہے کہ اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو اسکی اس قاذف (تہمت لملان) کی طرح ہو جائے گا جو تہمت لگائے مگر اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں۔

پانچویں فصل

سوال: وہ احکام جو لعان کے مکمل ہو جانے پر لازم آئیں گے بیان کریں۔

لعان کے بعد لازم آنے والے احکام کے بارے میں فقہاء کے مابین کئی مہلک مسائل میں اختلاف ہے۔ ایک مسئلہ کہ لعان سے تفریق کب لازم آتی ہے کہ نہیں؟ دوسرا مسئلہ یہ کہ تفریق کب لازم آتی ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ تفریق خود لعان سے واقع ہوتی ہے یا حاکم (عدالت) کے فیصلے سے۔ چوتھا مسئلہ یہ کہ تفریق طلاق قرار دی جائے گی یا نسخ نکاح۔ جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ لعان سے خود ہی تفریق واقع ہو جاتی ہے اس لیے کہ اس مسئلے میں احادیث موجود ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے زن و شوہر کے مابین تفریق فرمادی۔ اور امام

مالک نے ابن شہاب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لعان کرنے والے زن و شوہر کے مابین تفریق فرمادی جائے یہی سنت ہے۔ اور فرمان نبوت ہے کہ تمہیں اپنی بیوی پر کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ عثمان تابعی اور فقہائے بصرہ کہتے ہیں کہ لعان کے بعد تفریق لازم نہیں کیونکہ یہ حکم آیت لعان میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی احادیث میں اسکی وضاحت موجود ہے بلکہ حدیث مشہور موجود ہے کہ لعان کرنے والے شوہر نے آپ ﷺ کے حضور بیوی کو طلاق دے دی تو آپ ﷺ اس کے اس کام کی تردید نہیں فرمائی۔ نیز یہ کہ لعان کا مقصود حد قذف کا اسقاط ہے اس سے وہ تحریم ثابت نہیں ہوگی۔ جو پینہ (ثبوت) سے ثابت ہوتی ہے جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ لعان کے بعد میاں بیوی میں اس قدر نفرت، بے تعلقی، بے شرمی اور حدود اللہ کی پامالی ہو چکی ہوتی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے کہ پھر کبھی جمع نہ ہوں۔ کیونکہ زوجیت کا معنی مودت اور محبت ہے۔ جو ان کے درمیان بالکل ختم ہو چکی ہوتی ہے اور اسکی کم از کم سزا تفریق ہونی چاہیے۔

سوال: وقت تفریق کا حکم بیان کریں۔

وقت تفریق کے بارے میں امام مالک، لیث اور ایک جماعت فقہاء کی علامت یہ ہے کہ دونوں کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق واقع ہو جاتی ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ شوہر کے لعان کر چکنے کے بعد تفریق واقع ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حکم حاکم سے تفریق واقع ہو جاتی ہے (یعنی واقع ہوگی) اور یہی امام ثوری اور امام احمد کی رائے ہے۔

سوال: بیوی کے شوہر کی موت کا سوگ کرنے کا بیان لکھیں۔

احداد

بیوی کے شوہر کی موت کا سوگ کرنے کا بیان:

فقہائے امت اسلامیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ وفات شوہر کی عدت کے دوران آزاد اور مسلمان عورتوں پر احداد (سوگ) واجب ہے جبکہ بیوی کے سوگ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح عدت کے علاوہ والے سوگ میں اختلاف ہے اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ سوگ کے دوران عورت کن امور سے باز رہے اور کن امور سے باز رہنا ضروری نہیں۔ امام مالک کے نزدیک احداد مسلمان اور کتابیہ پر لازم ہے۔ خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ لیکن جس باندی کا مالک مر گیا ہو اس پر سوگ لازم نہیں ہے خواہ وہ ام ولد ہی کیوں نہ ہو۔ یہی فقہاء امصار کا قول ہے۔ ابن نافع اور اشیب نے امام مالک کے مشہور قول کے برخلاف ان کی یہ رائے نقل کی ہے کہ کتابیہ پر سوگ نہیں ہے اور یہی رائے امام شافعی کی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک صغیرہ (کمن) بیوی اور کتابیہ پر (احداد سوگ) نہیں ہے اور یہی رائے امام ابو حنیفہ کی بھی ہے۔

۳۔ کتاب الاجارات

قسم اول: زمینوں کی بٹائی

سوال: کیا زمین کو ٹھیکہ یا بٹائی پر دینا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف و دلائل بیان کریں۔

جواب: زمینوں کو کرایہ پر دینا:

زمینوں کو کرایہ پر دینے میں علماء کا زبردست اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے اسے قطعاً ناجائز بتایا ہے اور ایسے فقہاء سب سے کم ہیں۔ جمہور اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ علماء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ کن چیزوں کے بدلے زمین کو کرایہ پر دینا جائز ہے؟ ایک گروہ کی رائے ہے کہ درہم و دینار کے سوا کسی اور چیز کے بدلے زمینیں کرایہ پر نہیں دی جاسکتیں۔ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ طعام کے سوا ہر چیز کے عوض زمین کرایہ پر دی جاسکتی ہے۔ یہ امام مالک کا مسلک ہے۔

زمین کو کسی حال میں کرایہ پر نہ دینے کی حمایت کرنے والے فقہاء کی دلیل وہ روایت ہے جو امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ رافع بن خدیج سے بیان کی ہے۔ ”اللہ کے رسول ﷺ نے زرعی زمینوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا ہے“۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی زمینوں کو اس سے پہلے کرایہ پر دیتے تھے پھر اس کے بعد انہوں نے بند کر دیا۔ یہ ان فقہاء کی رائے سے ہم آہنگ ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ راوی کے قول سے حدیث کے عموم کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت جابرؓ سے بھی یہ حدیث روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيُزْرِعْهَا أَوْ لِيُزْرِعَهَا وَلَا يَنْوَاجِرْهَا۔ (جس کے پاس زمین ہے وہ اس پر کاشت کرے یا کرائے لگے مگر اسے کرایہ پر نہ دے۔)

یہ وہ احادیث ہیں جن سے زمینوں کو کرایہ پر دینے کی مخالفت کرنے والوں نے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے معنی و مفہوم کے اعتبار سے بھی بحث کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس لیے جائز نہیں ہے کہ اس میں غرر کا اندیشہ ہے کیوں کہ آگ زنی، قحط یا سیلاب سے فصل تباہ ہو سکتی ہے اور ایسی صورت میں بغیر فائدہ اٹھائے کرایہ دینا لازم ہوگا۔

صرف درہم و دینار کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے کے حامی فقہاء کی دلیل حدیث طارق بن عبد الرحمن بواسطہ سعید بن المسیب بواسطہ رافع بن خدیجؓ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا يَزْرَعُ ثَلَاثَةٌ رَجُلٌ لَّهُ أَرْضٌ فَيُزْرِعُهَا، وَرَجُلٌ مِّنْهُ أَرْضًا فَهُوَ يَزْرَعُ مَا مَنَحَ وَ

رَجُلٌ اِكْتَرَى بِذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ۔

(تین طرح کے آدمی کھیتی کرتے ہیں۔ ایک وہ شخص جس کے پاس زمین ہے تو وہ اس میں کھیتی کرتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جسے کوئی زمین بطور عطیہ ملی تو وہ اس میں کھیتی کرتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جس نے سونے یا چاندی کے عوض زمین بٹائی پر لی۔)

فقہا کہتے ہیں کہ اس حدیث سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسری احادیث تو مطلق ہیں اور یہ مقید ہے۔ مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے۔

جن فقہانے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ زمینوں کو کرایہ پر دینا طعام کے سوا ہر چیز کے بدلے جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ اَرْضٌ فَلْيَزْرِعْهَا اَوْ لِيَزْرِعْهَا اٰخَاهُ لَا يَكْرِهًا بِنَثَلٍ وَلَا رِبْعٍ وَلَا بِطَعَامٍ مُّعَيَّنٍ۔

(جس کے پاس زمین ہے وہ اس کی کاشت کرے یا اس کا بھائی اس میں کاشت کرادے۔ ایک

تہائی اور ایک چوتھائی کے عوض اور متعین طعام کے عوض اسے کرایہ پر نہ دے۔)

فقہا کہتے ہیں کہ یہی مفہوم محافلہ کا ہے۔ جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ گیبوں کے بدلے زمین کو کرایہ پر دینا محافلہ ہے۔ جو فقہا طعام کے عوض اور اس زمین کی کسی پیداوار کے عوض کرایہ پر دینے کو ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل طعام کے سلسلہ میں وہی ہے جو طعام کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے کی مخالفت کرنے والے فقہا دیتے ہیں۔ یہ امام مالک کا مسلک ہے۔

سامان طعام اور دوسری تمام اشیاء اور اس زمین کی پیداوار سب کے عوض کرایہ پر دینے کو جائز تسلیم کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک متعین چیز کے عوض ایک متعین منفعت کو کرایہ پر دینا ہے اس لیے دوسرے تمام منافع پر قیاس کرتے ہوئے اسے بھی جائز ہونا چاہیے۔ گویا انہوں نے احادیث رافع بن خدیجؓ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت رافع کے مدینہ میں سب سے زیادہ کھیت تھی۔ وہ اپنی اراضی کرایہ پر اس شرط پر دیتے تھے کہ اس قطعہ کی پیداوار اس کی ہوگی اور بقیہ قطعات کی پیداوار دوسرے کی ہوگی۔ کبھی ایک قطعہ کی پیداوار ہوتی تھی اور دوسرے قطعات کی پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اسے ممنوع قرار دیا۔

حدیث ابن خدیجؓ میں ہے کہ اللہ کے رسول نے ہماری ایک چیز سے روک دیا ہے جس میں ہمارے لیے نرمی اور سہولت تھی۔ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: تم لوگ اپنے کھیتوں میں کیا کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: چوتھائی پر اور کھجور اور جو کے وسق کرایہ پر دے دیتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

لَا تَفْعَلُوا اِزْرَ عُوْهَا اَوْ زَارِ عُوْهَا اَوْ اِمْسِكُوْهَا۔

(ایسا مت کرو۔ خود کاشت کرو یا کاشت کراؤ یا اپنے پاس روکے رکھو۔)

اس حدیث کے صحیح ہونے پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں متفق ہیں۔

زمین کی آبی کے عوض اسے کرایہ پر دینے کے حمایتی فقہاء کی دلیل ابن عمرؓ کی ثابت حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خیبر کے باغات اور زمینیں وہاں کے یہودیوں کے حوالہ اس شرط پر کر دیں کہ وہ اپنے صرفے سے کاشت کریں اور اس کی پیداوار اور پھل کا نصف ادا کریں۔

سوال: اجارہ کی تعریف لکھیں۔ اس کا حکم بیان کریں۔ نیز بتائیں کہ جن علماء نے اسے ناجائز کہا ہے، ان کے کیا دلائل ہیں؟ آپ کس طرح ان کا رد کریں گے؟

جواب: اجارہ

اجارہ کا معنی ہے اجرت دینا، مزدوری دینا اور معاوضہ دینا۔ تمام فقہاء کے نزدیک صدر اول میں اجارہ جائز رہا۔ تمہور کی دلیل قرآن کی یہ آیات ہیں:

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ بِكَ بِحَدِيثِ رَبِّي عَلَىٰ الَّذِي فَطَرَنَا لَتَجْعَلَ فِيهَا كَبَابًا
عَشْرًا قَلِيلًا عِنْدَكَ (القصص: ۲۷)

(میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو۔ اور اگر تم دس سال پورا کر دو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔)
فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْتُدْنَ أَوْلَادَهُنَّ (الطلاق: ۶)
(پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انہیں دو۔)

ثابت احادیث میں ایک حدیث عائشہؓ ہے جس کی تخریج امام بخاری نے کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ”اللہ کے رسول ﷺ اور ابو بکر نے بنی ویلی کے ایک آدمی کو بطور ہوشیار رہبر اجرت پر رکھا۔ یہ شخص کفار کے مذہب پر تھا۔ دونوں نے اپنی سواریاں اس کے حوالہ کیں اور تین راتوں کے بعد غار ثور میں سواریوں کے ساتھ ملنے کا باہمی معاہدہ کیا۔ حدیث جابر بھی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو ایک اونٹ فروخت کیا اور مدینہ تک اس کی پیٹھ شرط رکھی۔ شرط کے ذریعے جس عہد کی پاسداری جائز ہے اس کی پاسداری اجرت پر بھی جائز ہے۔“

اسے ممنوع قرار دینے والوں نے یہ شبہ کھڑا کر لیا ہے کہ لین دین میں قیمت کی حواگی کا حق اسی وقت بنتا ہے جب دوسری محسوس موجودات کی طرح اس موجود کو حوالہ کیا جائے اور اجارہ کا معاملہ یہ ہے کہ معاہدہ کے وقت اس کا منافع موجود نہیں ہوتا۔

منافع اگرچہ معاہدہ کے وقت معدوم ہوتا ہے مگر عام طور پر اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ شریعت نے ان منافع میں سے اسی کا لحاظ رکھا ہے جو عام طور پر مکمل ہو۔

مؤذن کو اجرت دینے میں فقہاء کے ایک گروہ نے کوئی حرج نہیں سمجھا جبکہ ایک دوسرا گروہ اسے

مکروہ اور ممنوع تصور کرتا ہے۔ ممنوع قرار دینے والوں نے حدیث عثمان بن ابوالعاص سے استدلال کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إِنِخِذْ مُؤَدَّنَا لَا يَأْخُذْ عَلَيَّ إِذَانَهُ أُجْرًا۔

(کوئی ایسا مؤذن رکھو جو اذان دینے کی اجرت نہ لے)

اسے مباح کہنے والوں نے غیر واجب افعال پر اسے قیاس کہا ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم و تدریس پر اجرت لینے میں بھی علماء کا اختلاف منقول ہے۔ ایک گروہ اسے مکروہ اور دوسرے گروہ نے جائز کیا ہے۔ مباح کہنے والے فقہانے عام افعال پر اسے قیاس کیا ہے۔ خارجہ بن الصامت کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے پاس آئے۔ واپسی پر ہمارا گزرا ایک عرب قبیلہ سے ہوا۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہیں کوئی دوا یا جھاڑ پھونک کا طریقہ معلوم ہوا؟ ہمارے ہاں ایک مجنون ہے جو زنجیروں میں بندھا ہوا ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ چنانچہ وہ لوگ اسے لے کر آئے۔ میں تین دن صبح شام اس پر سورۃ فاتحہ پڑھتا رہا۔ میں لعاب جمع کر کے اس پر تھوک دیتا۔ اس عمل سے وہ آزاد ہو گیا۔ ان لوگوں نے مجھ کو اجرت دینی چاہی۔ میں نے انہیں منع کر دیا تا آنکہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کر لوں۔ جب میں نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

كُلُّ فَلَمَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقِيَّةٍ بَاطِلًا لَقَدْ أَكَلَتْ بِرُقِيَّةٍ حَقًّا۔

(کھا لو۔ قسم ہے جو جھاڑ پھونک سے باطل مال کھائے۔ تم نے جھاڑ پھونک سے صحیح اور برحق کھایا ہے۔)

اونٹ، گائے اور چوپایہ کے سانڈوں سے جفتی کرانے کی اجرت دینا مختلف فیہ ہے۔ امام مالک اس امر کو جائز قرار دیتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے سانڈ کو متعین گلے کے جفتی کے لیے کرایہ پر دے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں صراحت ہے کہ ”نبی اکرم ﷺ نے سانڈ کی پشت سے، حجام کی کمائی سے اور آٹا پینے والے کے آٹا سے منع کیا ہے۔“ دور جاہلیت میں لوگ گیہوں دے دیتے تھے اور آٹا پیسوانے کے عوض کچھ آٹا اسی میں سے نکال کر اسے دے دیتے تھے۔ یہ جائز نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مِنَ السَّحْبِ كَسْبُ الْحَجَامِ۔

(بچھنا لگانے والے کی کمائی باعث عار و ذلت ہے)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ”بچھنا لگانے والے کی کمائی کو

حرام قرار دیا ہے۔“

جن فقہانے اسے مباح قرار دیا ہے وہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے

ہیں کہ ”رسول اکرم ﷺ نے بچھنا لگوا یا اور حجام کو اس کی اجرت عطا کی۔“

قسم ثانی

اجارہ کے احکام

اجارہ کے احکام بہت ہیں مگر مجموعی طور سے وہ دو جملوں میں محدود ہیں:

(۱) عقد اجارہ کے موجبات و لوازمات

(۲) ہنگامی و عارضی احکام

عقد اجارہ کے موجبات و لوازمات کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کرایہ دار پر کرایہ ادا کرنا کب لازم ہے؟ جبکہ عقد مطلق ہو اور قیمت پر قبضہ کی شرط نہ رکھی گئی ہو۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جس طرح منافع پر دھیرے دھیرے قبضہ ہوگا اسی طرح قسط وار قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی الا یہ کی مشروط ہو یا کوئی ایسی بات ہو جس سے قیمت کی پہلے ادائیگی واجب ہو جیسے وہ متعین معاوضہ ہو یا کرایہ بطور ذمہ ہو۔

ہنگامی و عارضی احکام میں فقہاء کے ہاں اجارہ کے عقد میں اختلاف ہے۔ جمہور اسے عقد لازم قرار دیتے ہیں۔ ایک قول علماء سے منقول ہے کہ مزدوری اور شرکت سے مشابہ ہونے کی وجہ سے جائز عقد ہے۔ جمہور فقہاء کے دلیل یہ قرآنی آیت ہے:

أَفُوا بِالْعُقُودِ (المائدة: ۱) (عہد کے پابندی کرو۔)

سوال: جعل کی تعریف کیجیے اور فقہاء کی آراء کا خلاصہ قلمبند کیجیے۔

جواب: جعل:

جعل کسی ایسی منفعت پر اجرت لینے کو کہتے ہیں کہ جس کے حصول کی توقع ہو۔ جیسے مریض کے تندرست ہونے کی شرط پر ڈاکٹر کا علاج کرنا، پوری کتاب پڑھانے کی معلم کے ساتھ باہم شرط لگانا وغیرہ۔ اس کے جائز اور ممنوع ہونے میں نلمانے اختلاف کیا ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ تھوڑے سودے میں دو شرطوں پر جائز ہے۔ ایک تو اس کی کوئی مدد متعین نہ ہو۔ اور دوسری یہ کہ قیمت معلوم ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے امام شافعی کے ہاں دونوں اقوال ملتے ہیں۔ اسے جائز کہنے والوں کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ (یوسف: ۷۲)

(جو شخص اسے لا کر دے گا اس کے لیے ایک بار شتر انعام ہے۔ اس کا میں ذمہ لیتا ہوں۔)

جمہور کا اجماع ہے کہ غلام کے بھاگنے اور سوال کرنے میں یہ جائز ہے۔ اور سورۃ فاتحہ سے بھاڑ پھونک کرنے کے عوض قیمت وصول کرنے کی اجازت حدیث میں موجود ہے۔ اس لیے اس پر بھی اجماع ہے۔ اسے ممنوع قرار دینے والوں کی دلیل دوسرے تمام اجاروں پر قیاس کرتے ہوئے عزر ہے۔ مسلک مالکی میں اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جنغل میں عمل کی تکمیل کے بعد ہی کچھ حق بنتا ہے۔



۴۔ کتاب البیوع

یہ بحث چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ (۱) بیع کے انواع (۲) بیع کے اسباب فساد (۳) اسباب صحت (۴) احکام (۵) بیع فاسد کے احکام (۶) بیع صحیح کے احکام۔

سوال: پھل پکنے سے قبل کسی شرط پر اس کی بیع میں علماء کا اختلاف ہے۔ ائمہ اربعہ کے اقوال، دلائل، راجح قول اور سب ترجیح بھی بیان کریں۔

جواب: پھلوں کی تجارت

شریعت میں صراحت کردہ امور ممنوعہ میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا ہے جب تک وہ پک کر تیار نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے انکو فروخت کرنے سے منع کیا جب تک کہ وہ سیاہی مائل نہ ہو۔

پھلوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے انار کی تجارت ممنوع قرار دی ہے تا آنکہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے۔ اس میں بڑے مشہور مسائل ہیں۔

پھلوں کی تخلیق سے پہلے پھلوں کی تجارت ممنوع ہونے پر سارے علماء کا اتفاق ہے۔ پھل توڑنے کے بعد پھلوں کی تجارت کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پکنے سے پہلے پھل کے مطلق خرید و فروخت کے بارے میں فقہاء کے مختلف آراء ہیں۔ جمہور کی رائے ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ ان میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، لیث اور ثوری و دیگر شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے مگر اس میں خریدار پر کاٹنا لازم ہوگا۔

پکنے سے پہلے پھلوں کی مطلق بیع کے سلسلہ میں فقہائے کوفہ کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی ثابت حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَنْ بَاعَ نَخْلًا فَقَدْ أَتَتْهُ فِئْمِنُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِ حَلِيئًا الْمَبْتَاعُ۔

(جس نے کھجور کا ایسا باغ بیچا جس کی قلم کاری ہوئی ہے تو اس کا پھل مالک کو ملے گا۔ سوائے اس کے

کہ خریدار نے اس کی شرط لگا دی ہو۔)

فقہانے کہا ہے کہ اگر خریدار کے لیے شرط لگانا جائز ہے تو اسے مفرد بیچنا بھی جائز ہے اور پکنے سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ ان کا استدلال حضرت زید بن ثابتؓ کی اس روایت سے ہے کہ ”لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں پھلوں کے پختہ ہونے سے پہلے ان کا لین دین کرتے تھے۔ مگر جب لوگ پریشان ہو گئے اور ان کے تقاضے بڑھ گئے تو خریدار کہنے لگے کہ پھل کا برا وقت

آگیا، اس مختلف بیماریوں نے نقصان پہنچایا۔ اس طرح جب ان کے جھگڑے بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے بطور مشورہ ان سے فرمایا: پھلوں کو نہ بیچو تا آنکہ ان کی پختگی نمایاں ہو جائے۔“

امام مالک کی روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابتؓ اپنے پھل فروخت نہ کرتے تھے جب تک کہ ثریا طلوع نہ ہو جائے یعنی ماہ مئی کی بارہ راتیں نہ گزر جائیں۔ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ آپ سے حدیث رسول ﷺ کے بابت دریافت کیا گیا کہ اللہ کے رسول نے پھلوں کی تجارت سے منع کیا ہے تا آنکہ وہ آفت سے محفوظ ہو جائیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا یہ طلوع ثریا کا زمانہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ صَبَاحًا رُفِعَتِ الْعَاهَاتُ عَنِ أَهْلِ الْبَلَدِ۔

(جب صبح کو تارہ طلوع ہو جائے تو باشندگان ملک سے آفات ہٹ جاتے ہیں۔)

امام مالک کے نزدیک اگر کسی باغ کی کھجوروں میں پختگی ظاہر ہو جائے تو اس باغ کو اور اس کے آس پاس کے باغوں کو بیچنا جائز ہے جبکہ باغوں کی کھجوروں میں ایک ہی جنس سے ہوں۔ امام شافعی کے نزدیک صرف اسی باغ کو بیچنا جائز ہے جس کی کھجوریں پختہ ہوں۔



سوال: کن اشیاء میں تقاضل اور ادھار ناجائز ہے؟ ناجائز ہونے کی علت کیا ہے؟ علماء کے اقوال، دلائل اور راجح قول ذکر کریں۔

جواب: تقاضل اور ادھار:

ہر دو افراد کے درمیان طے ہونے والا معاملہ یا تو موجود کے بدلے موجود کی صورت میں ہو گیا یا موجود کے بدلے موعود کی صورت میں ہو گا یا موعود کے بدلے موعود کی شکل میں ہو گا۔ یہ تینوں صورتیں یا تو ادھار ہوں گی یا نقد ادائیگی ہوگی۔ طرفین سے ادھار کی صورت میں بیع کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے۔ خواہ شے موجود ہو یا موعود ہو۔ کیونکہ ادھار کے بدلے ادھار سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث عبادہ میں ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کہتے سنا کہ آپ منع کر رہے تھے کہ ”سونے کی تجارت سونے سے۔ چاندی کی تجارت چاندی سے۔ گیہوں کی تجارت گیہوں سے۔ جو کی جو سے۔ نمک کی تجارت نمک سے کی جائے۔ مگر یہ کہ وہ برابر ہو اور موجود کے بدلے موجود ہو۔ جس نے بڑھایا یا اضافہ کا طلب گار ہو وہ سود خود ہوا۔“ یہی تقاضل ہے۔ مذکورہ اشیاء میں سے کسی صنف میں اضافہ کر کے لین دین کی ممانعت کے سلسلے میں یہ حدیث نص ہے۔ ابن اشیاء میں ادھار کا لین دین متعدد احادیث سے ممنوع ہے۔ ان میں مشہور ترین حدیث عمر بن الخطاب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رَبًّا إِلهَاءَ وَهَارَوَ الْبُرِّ بِالْبُرِّ رَبًّا إِلهَاءَ وَلِتَمْرٍ بِالْتَمْرِ رَبًّا إِلهَاءَ وَهَاءَ
وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رَبًّا إِلهَاءَ وَهَاءَ۔

(سونے کا سونے سے سودا سود ہو مگر یہ کہ وہ موجود ہو۔ گہو کا گہو سے سودا سود ہے مگر یہ کہ وہ موجود ہو، کھجور کا کھجور سے سودا سود ہے مگر یہ کہ وہ موجود ہو۔ جو کا جو سے سودا سود ہے مگر یہ کہ وہ موجود ہو۔)

حدیث عبادہ میں ایک صنف میں تقاضل کو منع کیا گیا ہے۔ اور اس میں ان میں سے دو اصناف میں ادھار کی ممانعت بھی موجود ہے اور تقاضل کی اجازت بھی۔ ان چھ اصناف کے علاوہ بقیہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ ان چھ اصناف کی ہر ہر صنف میں تقاضل ممنوع ہے۔ ان کے علاوہ دوسری اصناف میں تقاضل ممنوع نہیں ہے۔ البتہ ابن علیہ سے منقول ہے کہ اگر صنفین مختلف ہوں تو سونے چاندی کو چھوڑ کر ان میں تقاضل اور رسیبہ دونوں جائز ہیں۔ سونے چاندی میں تقاضل کی ممانعت صنف واحد ہے۔ اگرچہ دونوں قیمتوں کے لیے اس المال اور قابل تلف اشیاء کے لیے قدر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک صنف کی صفت بدل جائے تو تقاضل جائز ہے۔ تقاضل کے جواز کی وجہ ان کا قابل ذخیرہ نہ ہونا ہے۔ ایک قول ہے کہ صنف واحد میں تقاضل کی حرمت کے لیے قابل ذخیرہ ہونا شرط ہے۔ شوافع کے نزدیک ان چاروں اصناف میں تقاضل کی ممانعت کی علت صنف واحد کے ایک ہونے کے ساتھ اس کا صرف قابل طعام ہونا ہے۔

اصناف کے نزدیک چھ اصناف میں تقاضل کی ممانعت کی علت ایک ہے اور وہ ہے صنف کے ایک ہونے کے ساتھ پیمائش یا وزن اور سونے اور تانبے کو چھوڑ کر ان میں رسیبہ کی علت صنف کا مختلف ہونا ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ سونے اور تانبے میں رسیبہ جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جن اشیاء میں صنف میں تقاضل جائز نہیں ہے۔ ان میں رسیبہ جائز ہے۔ اور ایک بکری کی تجارت دو بکریوں کے عوض خواہ ادھار ہو یا نقد، جائز مانتے ہیں۔ کوفہ کے فقہاء سے منقول ہے کہ ادھار میں حیوان کے عوض حیوان بیچنا جائز نہیں خواہ جنس ایک ہو یا مختلف۔

اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد گرامی ہے۔

لَا تَبِعُوا مَنَهَا غَائِبًا بِنَا جَنْزٍ

(غائب کو نقد کے بدلے میں مت بیجو)

امام مالک سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے تازہ کھجور کے بدلے پکی ہوئی خشک کھجور کی تجارت کے بارے میں سوال کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا خشک ہونے کے بعد کھجور کم ہو جاتی ہے؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ ﷺ اسے منع کر دیا۔ امام مالک نے اسی حدیث کی بنا پر کہا ہے کہ ہر رطب کی تجارت اس کی یا بس سے حرام ہے۔ جیسے آٹے کی بیج گندھے

ہوئے آٹے کے عوض، تازہ گوشت کی بیع خشک گوشت کے عوض منع ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خشک ہونے پر تفاضل یعنی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

سوال: بیع اور شرط کے مسئلہ میں متاخرین مالکیہ کے اقوال بالتفصیل بیان کریں۔

جواب: شرط اور بیع:

بیع شرط کے مسئلہ میں علما کے اختلاف کی اصل تین احادیث ہیں۔ ایک حدیث جابرؓ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ”اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا اور مدینہ تک اس کی پیٹھ کی شرط لگا دی“۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔ دوسری حدیث بریدہؓ ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا۔

كُلُّ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَلَوْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ۔

(ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو باطل ہے خواہ وہ سو شرطیں ہوں۔)

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ تیسری حدیث جابرؓ ہے کہ ”اللہ کے رسول ﷺ نے محافلہ، مزابنہ، معاوح اور ثنیا سے منع فرمایا ہے اور عرایا کی رخصت دی ہے“۔ یہ بھی صحیح حدیث ہے۔ اور اس کی تخریج امام مسلم نے کی ہے۔ اسی باب میں وہ روایت بھی ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ ”اللہ کے رسول ﷺ نے بیع کرنے اور شرط لگانے سے منع فرمایا ہے“۔ بیع و شرط کے سلسلہ میں ان احادیث کے باہم متعارض ہونے کی بنا پر علماء کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے۔ جن فقہاء کے نزدیک ایک شرط جائز اور دوسری نا جائز ہیں انہوں نے حدیث عمرو بن العاصؓ کو دلیل بنایا ہے۔ جس کی تخریج امام ابو داؤد نے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ سَلْفٌ وَبَيْعٌ وَلَا يَجُوزُ شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ وَلَا رِبْحٌ مَالٍ تَضَمَّنُ وَلَا بَيْعٌ مَالَيْنِ

هُوَ عِنْدَكَ۔

(سامان اور بیع کا ایک ساتھ معاملہ جائز نہیں ہے۔ نہ کسی بیع میں دو شرطیں جائز ہیں اور نہ وہ منافع جائز ہے جس میں کوئی تاوان نہ ہو۔ نہ اس چیز کو فروخت کرنا جائز ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔)

امام مالکؒ کے نزدیک شرطیں تین قسم کی ہوتی ہیں: بعض شرطیں ایسی ہیں جو خود باطل ہیں اور ان کے ساتھ بیع بھی باطل ہے۔ دوسری قسم کی شرطیں وہ ہیں جو خود بھی اور ان کے ساتھ بیع بھی جائز ہے۔ تیسری قسم ان شرطوں کی ہے جو خود باطل ہیں مگر ان کے ساتھ بیع جائز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چوتھی قسم بھی قرار دی ہے۔ وہ ایسی شرطیں ہیں جو اگر مشروط کے ساتھ مربوط ہوں تو بیع باطل ہو جاتی ہے اور اگر مشروط سے الگ ہوں تو بیع جائز ہوتی ہے۔ مسلک مالکی میں ان چاروں اصناف میں واضح فرق کرنا بڑا دشوار کام ہے۔ اصحاب مالک سمجھتے ہیں کہ یہی سب سے اچھا مسلک ہے۔ کیوں کہ اس مسلک کی رو سے تمام احادیث میں جمع و تطبیق ہو جاتی ہے اور ان کے نزدیک جمع کا طریقہ ترجیح ہے افضل ہے۔ متاخر مالکی

میں اس سلسلہ میں بڑی تفصیلات ہیں جو باہم قریب ہیں، ملتی ہیں۔ ان میں نمایاں نام الباجی کا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ بیع میں شرط کی اولین دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ ملکیت کے خاتمہ کے بعد شرط لگے جیسے لونڈی یا غلام کا مالک یہ شرط لگائے کہ میں یہ غلام یا لونڈی بیچتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ جب اسے آزادی مل جائے تو جو اس دلاء خریدار کے لیے نہیں بلکہ مالک ہی کے لیے ہوگا۔ اس شرط کے بارے میں ان حضرات کا موقف ہے کہ اس میں عقد درست ہے مگر حدیث بریدہ کی وجہ سے شرع باطل ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ملکیت کی مدت کے دوران شرط ہو۔ ان فقہاء نے اس دوسری قسم کی مزید تین قسمیں کی ہیں:

یا تو اپنی منفعت کے لیے فروخت کردہ شے میں شرط لگائے۔

یا عام یا خاص کے تصرف کو روکنے کے لیے خریدا یا پر شرط لگائے۔

یا فروخت کردہ شے میں کسی مفہوم کے واقع ہونے کی شرط رکھے۔ اس کی بھی دو قسمیں

ہیں۔ مفہوم یا تو نیکی اور بھلائی کا ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں نیکی اور بھلائی کا کوئی مفہوم نہ ہو۔ اگر آپ نے کسی معمولی منفعت کی شرط لگائے جس کا تعلق اصل سامان میں تصرف کی ممانعت سے ہو۔ مثال کے طور پر کوئی شخص گھر فروخت کرے اور ایک معمولی مدت یعنی ایک ماہ تک رہائش کی شرط رکھے تو یہ حدیث جابر کی روشنی میں جائز ہے۔ لیکن اگر خاص یا عام تصرف کی ممانعت کی شرط رکھے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق..... سے ہے۔ گویا وہ کنیز اس شرط کے ساتھ بیچ رہا ہے کہ خریدار اسے فروخت نہیں کرے گا۔ یا اس سے ہم بستری نہیں کرے گا۔ اگر نیکی و بھلائی کی کوئی شرط جیسے آزادی کی شرط رکھے تو اگر شرط فوری ہے تو امام مالک کے نزدیک یہ بیع جائز ہے۔ اور اگر تاخیر کی شرط ہے تو یہ ناجائز ہے۔ امام مالک نے فوری آزادی کی شرط کے ساتھ بیع کو جائز مانتا ہے۔

اگر بھلائی اور نیکی کے علاوہ کوئی شرط رکھی جائے جیسے نہ بیچنے کی شرط تو امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ آپ سے بیع کے فسخ ہونے کا بھی منقول ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف شرط باطل ہو جائے گی۔ اگر بیچنے والے نے یہ کہا کہ جب میں تجھے قیمت دوں گا مجھے فروخت کردہ سامان واپس کر دینا۔ تو یہ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ بیع اور قرض دونوں ہو سکتا ہے۔ اگر اس نے قیمت دے دی تو یہ قرض ہوگا اور اگر قیمت نہیں دی تو بیع شمار ہوگا۔ امام مالک سے جمہور کا قول بھی مروی ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ ممانعت ممنوع کے فاسد ہونے پر دلیل ہے۔

سوال: کن چیزوں کی بیع حرام ہے؟ اس میں ائمہ اور فقہاء کا اختلاف بھی بیان کریں۔

جواب: بیع حرام

نجس اشیاء کی خرید و فروخت کے بارے میں اصل حدیث جابر ہے جو صحیحین سے ثابت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخَنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ۔

(اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت حرام کر دی ہے۔)

کسی نے پوچھا، اے اللہ کے رسول، مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم اس سے کشتیوں پر پہن کی جاتی ہے اور مشعل بنائی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا:

لَعْنَةُ اللَّهِ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ الشُّهُومُ عَلَيْهِمْ فَبَاعَوْهَا وَأَكَلُوا أَيْمَانَهَا۔

(یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو، ان پر چربی حرام کی گئی تو اسے انہوں نے بیچ دیا اور اس کی قیمت

کھا گئے۔)

آپ ﷺ نے شراب کے بارے میں فرمایا:

إِنَّ الدِّيَّ حَرَّمَ شَرِبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا۔

(جس نے شراب کو بیچنا حرام کیا اس نے اس کو پینا حرام کیا۔)

نجاست کی دونوں قسموں کی خرید و فروخت کے حرام ہونے پر مسلمانوں کو اجماع ہے۔ یعنی

شراب اور مردار اور خنزیر حرام ہے۔ خنزیر کے بالوں سے استفادہ کرنے میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم نے اسے جائز کہا ہے اور اصبح نے منع کیا ہے۔

وہ نجاستیں جن کے استعمال کی ضرورت پڑ سکتی ہے جیسے لید اور گوبر وغیرہ تو مسلک مالکی میں ان

کی خرید و فروخت کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق بالکل منع ہے اور دوسرے قول کے مطابق یہ بالکل جائز ہے۔

ہاتھی دانت کے استعمال کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ کیونکہ ہاتھی کے نجس ہونے میں اختلاف

ہے۔ جن فقہانے اسے دانت مانا ہے انہوں نے اس پر مردار کا حکم لگایا ہے اور جنہوں نے الٹی سینگ تسلیم کیا ہے انہوں نے اس پر سینگ کا حکم لگایا ہے۔

وہ محرمات جو نجس نہیں ہیں یا جن کی نجس ہونے میں اختلاف ہے جیسے کتا اور بلا تو اس کی تجارت

کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے ہاں کتے کی تجارت سرے سے جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ

اسے جائز مانتے ہیں۔ اصحاب مالک نے یا تو کتے اور عام کتے میں فرق کیا ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ جس

کتے کا پالنا جائز نہیں۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اپنے پاس رکھنا یا بیچنا بھی جائز نہیں۔

اس سیاق میں امام شافعی کی دو دلیلیں ہیں۔ ایک دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ

نے کتے کی قیمت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ کتا خنزیر کی طرح نجس ہے۔

جن فقہانے کتے کی خرید و فروخت کو جائز کہا ان کی دلیل یہ ہے کہ کتے کا کھانا حرام ہے مگر وہ

ظاہر ہے اس لیے دوسری ظاہر چیزوں کی طرح کتے کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔
 بلی کی قیمت لگانا ممنوع ہے۔ اور ثابت ہے۔ مگر جمہور فقہاء سے مباح قرار دیتے ہیں کیوں کہ
 وہ خود ظاہر ہے اور اس سے استفادہ مباح ہے۔ اسی طرح نجس تیل اور اس سے مشابہ چیزوں کی خرید و
 فروخت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جبکہ وہ اسے کھانے کی حرمت پر متفق ہیں۔ امام مالک کی
 رائے ہے کہ نجس تیل کی بیع جائز نہیں ہے۔ یہی امام شافعی کی بھی رائے ہے۔
 امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اس کی بیع جائز ہے۔ نجس تیل کو حرام قرار دینے والوں کی دلیل اوپر کی
 حدیث جاڑ ہے۔ فقہانے حضرت علی، ابن عباس اور ابن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے مشعل بنانے
 کے لیے نجس تیل کے استعمال کو جائز کہا ہے۔ امام مالک کے مسلک میں نجس سے تیل کی تجارت حرام ہونے
 کی باوجود اس سے مشعل اور صابن بنانا جائز ہے۔ امام شافعی نے بھی اس کی قیمت کو حرام قرار دیتے ہوئے
 سے جائز کہا ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک اختلافی مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر عورت کا دودھ نکالا جائے تو کیا اس کی بیع
 جائز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی اسے جائز تصور کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔
 جائز کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ وہ دودھ ہے جس کا پینا جائز ہے اس لیے تمام جانوروں پر قیاس کرتے
 ہوئے اسے پینا بھی جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بچے کی ضرورت کی وجہ سے اسے حلال کیا گیا ہے
 ورنہ اصل میں وہ حرام ہے۔ کیوں کہ ابن آدم کا گوشت حرام ہے لہذا دودھ پینا بھی جائز نہیں ہے۔

سوال: مسئلہ اقالہ پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے لیے نیز فقہاء کے اقوال کا حوالہ بھی دیجئے۔

جواب: اقالہ:

علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس نے کوئی چیز فروخت کی۔ مثال کے طور پر آپ
 نے سودینار کے عوض ایک غلام کا سودا کیا۔ پھر فروخت کنندہ کو ندامت ہوئی۔ اس نے فروخت شدہ شے کو
 واپس کرنے کا سوال رکھا۔ نیز یہ کہ وہ خرید دس دینار نقد یا متعین مدت عطا کرے تو یہ جائز ہے۔ اس میں
 کوئی حرج نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک کمی بیشی ہونے کی صورت میں اقالہ یہ ہے کہ نئے سرے سے سودا
 کرے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ انسان کوئی چیز کسی قیمت کے عوض فروخت کرے پھر اس سے زیادہ
 قیمت دے کر اسے خرید لے۔ کیوں کہ اس مسئلہ میں پہلے فروخت کنندہ نے سودینار میں غلام خریدا اور نقد یا
 متعین مدت تک دس مثقال کا خرید اضافہ اس نے دینا قبول کیا۔

اسی طرح اس مسئلہ میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سودا ایک متعین مدت کے لیے سودینار اور
 نقد یا متعین مدت کے لیے دس مثقال میں طے کیا جائے۔ البتہ اگر اس مسئلہ میں خریدار کو ندامت ہو اور وہ
 اقالہ کی مانگ اس طرح کرے کہ فروخت کنندہ دس مثقال نقد دے یا اس مدت تک ادا کرنا طے ہو جو

واجب مدت سے طویل تر ہے تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ امام شافعی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کے مکرر قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے غلط راستے کھل جائیں گے۔ لوگ ایک متعین مدت کے لیے سونے کی تجارت سونے سے کرنے لگیں گے۔ سونا اور سامان کے عوض سونا بیچنا شروع کر دیں گے۔ کیوں کہ خریدار نے سونا واجب دینار کے عوض غلام اور دس مثقال حوالہ کئے ہیں۔ اس میں بیع اور سامان کی بھی مداخلت ہوئی ہے۔ گویا کہ خریدار کو اس نے غلام نوے دینار میں بیچا ہے۔ دس مثقال کا معاملہ اس مدت کے لئے طے ہوا ہے جس کے اندر خود اسے قابض ہونا تھا۔ امام شافعی کے نزدیک یہ سب جائز ہے کیونکہ یہ از سر نو معاملہ طے ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو تہمت پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: بیع اجل کی تعریف کریں۔

جواب: بیع اجل

تجارت کرنے والے فریقین کے سامنے ایک بات رکھی جاتی ہے جبکہ ایک فریق دوسرے کو کمی یا بیشی کا قائل کر لیتا ہے۔ فریقین کو یہ حق حاصل رہتا ہے کہ جب کو وہ کمی یا بیشی کے ساتھ لین دین کرتے ہیں تو بغیر کسی قصد کے ان دونوں کے درمیان دباؤ والی تجارت تصور کر لی جائے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی دوسرے کے ہاتھ کوئی سامان دس دینار نقد کے عوض بیچتا ہے۔ پھر ایک مدت کے لیے اس سے بیس دینار میں خرید لیتا ہے۔ اگر دوسری بیع کی نسبت پہلی بیع سے کمی جائے تو بات یہاں تک پہنچے گی کہ ایک آدمی نے دس دینار کے عوض ایک مدت کے لیے یہ دینار فروخت کیے ہیں۔ اسی کو بیع اجل کہتے ہیں۔ مزید یہ کہ فقہانے جس چیز کو بیع اجل سے تعبیر کیا ہے کہ آدمی کوئی سامان کسی قیمت کے عوض متعین مدت تک ادائیگی کی شرط پر بیچے۔ پھر ایک دوسری قیمت کے عوض ایک متعین مدت تک ادائیگی کی شرط پر یا نقد خرید لے۔

سوال: بیع میں کن امور میں قبضہ شرط ہے؟

جواب: بیع اور قبضہ۔

طعام کے سوا دوسرے امور میں بغیر قبضہ کے خرید و فروخت کرنا مسلک مالکی میں بغیر کسی اختلاف میں جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر متبادل جائیداد جیسے گھر وغیرہ کو چھوڑ کی تمام چیزوں میں قبضہ کی شرط ہے۔ یہی ثوری کا بھی مسلک ہے۔ صحابہ کرام میں سے جابر بن عبد اللہ اور ابن عباس سے یہی قول منقول ہے۔ ابو عبید اور اسحاق کہتے ہیں کہ ہر چیز جس کی پیمائش نہیں ہوتی اور نہ اس کا وزن کیا جاتا ہے اس میں بغیر قبضہ کے خرید و فروخت جائز ہے۔ ان فقہا کے نزدیک قابل پیمائش اور قابل وزن اشیاء ہی میں

قبضہ کی شرط ہے۔ ابن حبیب، عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور ربیعہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ان حضرات نے کیل اور وزن کے ساتھ قابل شمار کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح قبضہ کے مشروط ہونے میں سات اقوال ہو گئے۔

۱۔ صرف طعام ربا میں قبضہ مشروط ہے۔

۲۔ طعام میں مطلقاً مشروط ہے۔

۳۔ قابل پیمائش اور قابل وزن طعام میں اس کی شرط ہے۔

۴۔ تمام منقولہ اشیاء میں قبضہ کی شرط ہے۔

۵۔ ہر چیز میں قبضہ کی شرط ہے۔

۶۔ قابل پیمائش اور قابل وزن تمام اشیاء میں قبضہ کی شرط ہے۔

۷۔ قابل پیمائش، قابل وزن اور قابل شمار اشیاء میں قبضہ کی شرط ہے۔

منصوص کے سوا دوسری اشیاء میں قبضہ کے شرط کو ممنوع قرار دینے کی دلیل مذکورہ بالا حدیث

ہے۔ امام شافعی نے اس سلسلہ میں جو تقسیم کی ہے اس کی دلیل درج ذیل حدیث کا عام ہونا ہے:

لَا يَحِلُّ وَ سَلْفٌ وَلَا رِبْحٌ مَا لَمْ يَضْمَنْ وَلَا بَيْعٌ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

(کوئی خرید و فروخت، قرض اور نفع جائز نہیں جب تک کہ اس کی ضمانت نہ لیجائے اور نہ اس

چیز کا فروخت کرنا جائز ہے جو تمہارے پاس موجود نہیں ہے۔)

یہ ان کے مسلک میں اس اصول پر مبنی ہے کہ سامان کے خریدار کی ضمانت میں داخل ہونے کے

لیے قبضہ کی شرط ہے۔ انہوں نے حدیث حکیم بن حزام سے بھی استدلال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے

سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول میں خرید و فروخت کرتا رہتا ہوں۔ تو آپ بتائیں کہ اس میں حلال کیا ہے؟

اور حرام کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا ابْنَ أُخِي إِذَا اشْتَرَيْتَ بَيْعًا فَلَا تَبِعُهُ حَتَّى تَقْبِضَهُ۔

(بھتیجے جب تم کوئی سامان خریدو تو اس پر قابض ہونے سے پہلے اسے نہ بیچو۔)

معنوی دلیل یہ ہے کہ جس سامان تجارت پر قبضہ نہ ہو وہ ربا تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے منقولہ اور غیر منقولہ میں فرق کیا ہے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک جو منقولہ ہے وہ غیر منقولہ نہیں

ہو سکتی اور جس کا قبضہ منتقل ہوتا ہے وہ سپردگی سے ہوتا ہے۔

سوال: بیع حاضر اور بیع غائب پر فقہاء کے اقوال بیان کریں۔

جواب: بیع حاضر و غائب:

بیع کی دو انواع ہیں۔ ایک حاضر اور نظر آنے والا سامان ہے۔ اسے فروخت کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دوسری نوع اس سامان کی ہے جو غائب ہو یا جسے دیکھا نہ جاسکے۔ اس کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ غائب اور غیر موجود کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کا وصف بیان کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو۔ یہ امام شافعی کے دو اقوال میں سے مشہور تر قول ہے اور اصحاب شافعی کے نزدیک یہ منصوص ہے۔ یعنی غائب کی تجارت صفت بیان کرنے سے جائز نہیں ہو جاتی۔ امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کی رائے ہے کہ صفت بیان کرنے پر غائب کی خرید و فروخت جائز ہے۔ جبکہ اس کے غائب ہونے کی صفت یہ ہو کہ اس بات کا اطمینان ہو کہ قبضہ سے پہلے اس سامان کی صفت تبدیل نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سامان موجود ہو مگر آنکھوں کے سامنے نہ ہو تو بغیر صفت کی وضاحت کے یہ سودا جائز ہوگا۔

اسی طرح صفت کی وضاحت کے ساتھ کوئی شے فروخت کی جا رہی ہو تو فقہاء کے ہاں دیکھنے کے بعد اسے یہ اختیار حاصل رہے گا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ بیان کردہ صفت درست نکلے یہ بیع لازم ہوگی۔ امام شافعی کے نزدیک دونوں صورتوں میں بیع سرے سے منع نہیں ہوگی۔

اختلاف کا سبب یہ ہے کہ قوت حاسہ کے ذریعے صفت کے متعلق علم کی جو کمی ہے کیا وہ ایسا جہل ہے جو بیع پر اثر انداز ہو کر اسے عذر کثیر میں بدل دیتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر دیکھنے کے بعد اختیار باقی ہے تو کوئی عذر نہیں ہے۔ اگرچہ اس نے دیکھا نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ نے ابن المسیب کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہماری خواہش ہوئی کہ عثمان اور عبدالرحمن بن عوف آپس میں سودا کریں تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ کون بڑا تاجر ہے۔ چنانچہ عبدالرحمن نے عثمان بن عفان سے ایک گھوڑا جو ان کے علاقہ میں کہیں تھا، چالیس ہزار میں خرید لیا۔ انہوں نے پوری بات تفصیل سے بتائی۔ اس روایت میں غیر موجودگی مطلق تجارت کا ذکر ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جنس کی شرط ناگزیر ہے۔ اسی لئے فقہانے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ سامان تقریباً غائب ہو۔ الا یہ کہ وہ پوری طرح محفوظ ہو جیسے غیر منقولہ جائیداد۔

سوال: بیع پر بیع کرنے پر فقہاء اور علماء کے اقوال بیان کریں۔

جواب: بیع پر بیع:

مختلف احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے۔ کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرے۔ آپ ﷺ نے سواروں کو باہم ملنے سے منع کیا ہے۔

کسی شہری کے دیہاتی سے بیع کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے نجش کی ممانعت فرمائی ہے۔ فقہانے ان احادیث کی معنوی تفصیلات میں بڑا اختلاف کیا ہے۔ مگر یہ اختلاف بڑا دور کا نہیں ہے۔ امام مالک کہتے ہیں۔ احادیث:

لَا يَبِعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ
(تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے)

لَا يَسْمُ أَحَدٌ عَلَى سَوْمِ أُخِيهِ
(کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے)

کے معنی ایک ہیں۔ ان کا تعلق اس حالت سے ہے جبکہ بیچنے والا قیمت لگانے والے کی جانب مائل ہو چکا ہو اور دونوں کے درمیان کوئی معمولی سی بات طے ہونے سے رہ گئی ہو۔ جیسے سونے کا اختیار کرنا عیوب یا ان سے سلامتی کی شرط لگانا۔ اسی طرح کی تفہیم امام ابوحنیفہ نے بھی اس حدیث کی ہے۔ ثوری کہتے ہیں کہ حدیث لا یبع بعضکم علی بیع بعض کا مطلب ہے کہ فریقین کے درمیان کوئی تیسرا شخص دخل نہ دے اور یہ دعویٰ نہ کرے کہ میرے پاس اس سے بہتر سامان ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب زبان سے بیع مکمل ہو جائے اور دونوں مجلس سے جدا نہ ہوں تو اسی وقت کوئی تیسرا آدمی آئے اور اس سے بہتر سامان پیش کرے۔ یہ رائے دراصل ان کے اس اصول پر مبنی ہے کہ بیع اسی وقت لازم ہو گی جب کہ فریقین جدا ہو گئے ہوں۔ فقہا اس بیع کو مکرو تصور کرتے ہیں۔ اگر چہ دستخط ہو چکے ہوں۔ کیوں کہ یہ نامکمل بیع کا سودا ہے۔ داود اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ اگر بیع واقع ہو گئی تو فسخ ہو جائے گی۔ خواہ کسی حالت میں واقع ہو۔ امام مالک اور ان کے بعض اصحاب سے مروی ہے کہ یہ بیع فسخ ہو جائے گی۔ علماء کے درمیان اس امر پر اختلاف ہے کہ بھاؤ پر بھاؤ کرنے کا تعلق ذمی سے ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک اس میں ذمی اور غیر ذمی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ ذمی کے بھاؤ پر مسلمان بھاؤ کر سکتا ہے۔ کیوں کہ وہ مسلمان کا بھائی نہیں ہے۔

سوال: شہری کے دیہاتی سے بیع کرنے کی ممانعت کیوں ہے؟ فقہا کے دلائل سے اپنے جواب کو مزین کیجئے۔

جواب: شہری کے دیہاتی سے بیع:

نبی اکرم ﷺ نے شہری کے دیہاتی سے بیع کرنے کی جو ممانعت فرمائی ہے۔ اس کے معنی کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے ایک ہی بات کہی ہے کہ شہری دیہات کے لوگوں کو فروخت نہ کرے۔ البتہ شہری دیہاتی سے خرید سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ کبھی وہ اسے جائز کہتے ہیں اور کبھی اسے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ شہری دیہاتی کے ہاتھ فروخت کرے اور اسے نرخ بتا دے۔ امام مالک اسے مکرو کہتے ہیں کہ شہری

دیہاتی کو نرخ بتائے۔ اور زاعی اسے جائز کہتے ہیں۔ اسے ممنوع قرار دینے والے اس امر پر متفق ہیں کہ اس نبی کا مقصد شہریوں کو نفع پہنچانا ہے۔ جمہور کا استدلال حدیث جابر سے ہے جس کی تخریج امام مسلم اور امام ابو داؤد نے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ ذَرُو النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ -

(کوئی شہری کسی دیہاتی کو فروخت نہ کرے۔ چھوڑ دو لوگوں کو، اللہ انہیں ایک دوسرے سے

روزی دیتا ہے۔)

امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس سے دیہاتی کے ساتھ غبن کا اندیشہ

ہے۔ کیوں کہ اسے بازار کا نرخ معلوم نہیں ہوتا۔

سوال: پانی کو فروخت کرنا کہاں تک جائز ہے؟ فقہاء کا اختلاف بیان کریں۔

جواب: پانی کی بیع:

حدیث کی بعض روایتوں کے الفاظ ہیں کہ ”آپ ﷺ نے فاضل پانی کی خرید و فروخت سے

تاکہ سبزہ پر پابندی لگ جائے۔ منع فرمایا ہے۔“ ابو بکر بن المنذر کہتے ہیں کہ یہ ثابت حدیث ہے کہ آپ

نے پانی کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔ اور بچے ہوئے پانی کی بیع کو ممنوع ٹھہرایا ہے کہ اس سے سبزہ کی

روک تھام نہ ہو۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ”کنواں پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی اور نہ پانی کو فروخت کیا

جاسکتا ہے۔“

اس ممانعت کی تاویل میں علما کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علما کی ایک جماعت نے حدیث

میں ممانعت کو عام قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ کسی پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ خواہ کنویں کا ہو، تالاب کا ہو یا

ملکیت والی زمین کا۔ یحییٰ بن یحییٰ کا قول ہے کہ میری رائے میں چار چیزوں پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

پانی، آگ، ایندھن اور سبزہ۔ اصول یہ ہے کہ کسی کا مال استعمال کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ وہ خوش دلی سے عطا

کرے۔ جیسا آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اور اس پر اجماع ہے۔

امام مالک کے مسلک کی اصل یہ ہے کہ اگر پانی ایسی سرزمین میں ہے جس کا مخرج کسی کی

ملکیت میں ہے تو اس مخرج کا مالک پانی کو بیچ سکتا ہے۔ انہوں نے حدیث کو ان صحرائی کنوؤں پر محمول کیا

ہے جو عام زمینوں میں کھود لیے جاتے ہیں۔ اس صورت میں امام مالک کے نزدیک کنواں کھودنے والا

زیادہ حقدار ہے۔

سوال: نماز جمعہ کے وقت بیع پر احکام بتائیں۔

جواب: وقت عبادت کی بیع:

شریعت میں صرف نماز جمعہ کے لیے وقت بیع اور خرید و فروخت کی ممانعت آئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِذَا نُوذِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ (الجمعة: ۹)
(جب نماز کے لیے جمعہ کے دن پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔)

یعنی اس وقت بیع ممنوع ہے جبکہ زوال کے بعد اذان ہو رہی ہو اور امام منبر پر ہو۔ اگر اس وقت بیع واقع ہو جائے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ امام مالک کا مشہور مسلک یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جائے گی۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ فسخ نہیں ہوگی۔ کس کی بیع فسخ ہوگی؟ امام مالک کہتے ہیں کہ جس پر جمعہ واجب ہے۔ اس کی بیع فسخ ہوگی۔ جس پر جمعہ واجب نہیں اس کی بیع فسخ نہیں ہوگی۔

دوسرے تمام معاہدوں پر بیع کا اطلاق کیا جاسکتا ہے کیوں کہ بیع کا مفہوم ان میں بھی موجود ہے۔ یعنی ایسی مصروفیت جو نماز سے آدمی کو غافل کر دے۔ نماز کے لیے بیع کو چھوڑنے والوں کی اللہ نے مدح و توصیف کی ہے۔

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ۔

(النور: ۳۷)

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامت نماز اور ادا زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی۔)

سوال: عقد کے بارے میں قرآن مجید، حدیث پاک اور فقہاء کے اقوال کا خلاصہ لکھیں۔

جواب: عقد:

عقد اسی وقت صحیح ہوگا جب کہ بیچنے اور خریدنے کے الفاظ ماضی کے صیغے میں ادا کیے گئے ہوں۔ جیسے فروخت کنندہ کہے میں نے تمہارے ہاتھ بیچ دیا اور خریدار کہے میں نے تم سے خرید لیا۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ اپنا یہ سامان میرے ہاتھ بیچ دو اور وہ کہے کہ میں نے اسے بیچ دیا تو امام مالک کے نزدیک بیع واقع ہوگئی۔ اور استفسار کرنے والے پر لازم ہوگی۔ امام شافعی کے نزدیک بیع مکمل نہ ہوگی۔ جب تک کہ خریدار یہ نہ کہے کہ میں نے خرید لیا۔ امام شافعی کے نزدیک صریح الفاظ اور کئی دوونوں سے بیع واقع ہو جاتی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک الفاظ کے بغیر محض لین دین کافی نہیں ہے۔

علمائے اختلاف کیا ہے کہ کب بیع لازم ہوگی؟ امام مالک، امام ابوحنیفہ، ان دونوں کے اصحاب اور اہل مدینہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ بیع مجلس ہی میں قول کے ساتھ لازم ہو جائے گی۔ خواہ دونوں الگ ہوں یا نہ ہوں۔ امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابو ثور اور داؤد اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمر کی رائے ہے کہ بیع مجلس سے جدا ہوتے ہی لازم ہو جائے گی۔ مجلس کے اختیار رکھنے والے حضرات کی دلیل حدیث مالک بروایت نافع بروایت ابن عمر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

الْمَنْبَاعَيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَفْتَرِ إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ۔

(بیع کرنے والے دونوں افراد کو اپنے فریق پر اختیار حاصل ہے جب تک وہ دونوں جدا نہ

ہوں سوائے بیع اختیار کے۔)

اس حدیث کے اسناد کے صحیح اور ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

اصحاب مالک نے اس میں سماعی ظواہر اور قیاس پر اعتماد کیا ہے۔ سب سے واضح تعلیم یہ ظاہر

کتاب ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔ (المائدة: ۱)

(مومنو معاہدے کی پوری پابندی کرو۔)

سوال: خرید گئے سامان میں کوئی نقص طاری ہوا ہے۔ اب یہ سامان واپس ہو گا یا نہیں؟ فقہاء کے اقوال کا خلاصہ لکھئے۔

جواب: نقص کا طاری ہونا:

سامان میں کوئی نقص طاری ہوا ہے تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو نقص قیمت پر طاری ہو گا یا بدن پر یا جان پر۔ قیمت میں نقص بازار بدل جانے سے ہو سکتا ہے۔ اور یہ نقص عیب کی وجہ سے مسترد کرنے میں اجماعی طور پر مؤثر نہیں ہے۔ بدن میں واقع نقص اگر معمول ہے۔ اور قیمت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے تو عیب کی بنا پر مسترد کرنے میں اس کا اثر نہ ہو گا۔ اس کا حکم نقص واقع نہ ہونے کا حکم ہے۔ یہ مسلک مالکی کا خلاصہ ہے۔ بدن پر طاری ہونے والا نقص اگر قیمت پر اثر انداز ہوا ہے تو اس میں علما کے تین مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ صرف عیب کی قیمت واپس کرنے کا اختیار ہے اور اس کے علاوہ کوئی اختیار

حاصل نہیں ہے۔ جبکہ فروخت کنندہ واپس لینے سے منع کر دے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ

کی بھی یہی رائے ہے۔

ثوری کہتے ہیں کہ اسے مسترد کرنے کا اختیار حاصل ہے اور عیب کی وہ مقدار واپس کرے گا جو

اس کے ہاں واقع ہوئی۔ یہ امام شافعی کا اولین قول ہے۔

تیسرا قول امام مالک کا یہ ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ سامان پاس رکھے اور فروخت کنندہ عیب

کے بقدر قیمت وضع کر دے یا سامان فروخت کنندہ کو واپس کر دے اور جو عیب اس کے ہاں واقع ہوا ہے اس کی قیمت ادا کرے۔

جن فقہانے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ خریدار کو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو سامان رکھ لے یا اسے اور عیب کی قیمت واپس کر دے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ علما کا اس پر اجماع ہے کہ خریدار کے ہاں سامان میں کوئی عیب نہیں نکلا تو اسے بس رد کرنے کا اختیار ہے۔

امام مالک کے ہاں جب خریدار اور فروخت کنندہ کے اختیار میں تصادم ہو گیا تو انہوں نے خریدار کے اختیار کو ترجیح دی کیونکہ فروخت کنندہ دو صورتوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو اس نے زیادتی کی ہے کہ عیب کو جاننے کی اور خریدار کو اس سے واقف کرانے کی کوشش نہیں کی یا اسے عیب کا علم تھا اور خریدار سے اس نے پوشیدہ رکھا۔ امام مالک کے نزدیک اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے تو لیس سے کام لیا ہے تو عیب کی قیمت واپس کیے بغیر خریدار کا سامان کو مسترد کر دینا واجب ہوگا۔

ابو محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ منجانب اللہ ہے۔ جیسے یہ بائع کی ملکیت میں بھی واقع ہو سکتا تھا۔ مزید برآں کتاب و سنت سے ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی جو ایسے تاوان کو مکلف قرار دے جس کا نقص میں کوئی اثر نہ ہو۔ سوال: بشرط براءت بیع کے احکام بیان کیجئے۔

جواب: بشرط براءت بیع:

اس بیع کے جائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس بیع کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار پر سامان کے اندر موجود ہر قسم کے عیب سے بری الذمہ ہونے کے عمومی انداز میں شرط لگا دے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر قسم کے عیب سے بری ہونے کی شرط رکھ کر بیع کرنا جائز ہے۔ گواہ بیچنے والے کو عیب کا علم ہو یا نہ ہو۔ اس نے عیب کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو۔ اس نے عیب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ یہی قول ابو ثور کا ہے۔ امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ بیچنے والے اس عیب سے بری ہے جسے اس نے خریدار کو دکھا دیا ہو۔ ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک کا مشہور موقف یہ ہے کہ جن عیوب سے بیچنے والا واقف ہے ان سے براءت جائز ہے۔

براءت کے متعلق جواز کی دلیل یہ ہے کہ عیب کے سلسلہ میں کوئی کاروائی بائع کے تحیس خریدار کا ایک حق ہے۔ امام مالک کی دلیل وہ روایت ہے جوالموظا میں درج ہے کہ ”عبداللہ بن عمر نے ایک غلام آٹھ سو درہم میں خریدا اور اسے بشرط براءت فروخت کیا۔ خریدنے والے نے ان سے شکایت کی کہ غلام میں ایک بیماری ہے جس کی آپ نے نشاندہی نہیں کی۔ دونوں مقدمہ لے کر عثمان کے پاس گئے۔ حضرت عثمان نے فیصلہ دیا کہ عبداللہ قسم کھائیں کہ غلام فروخت کرتے وقت انہیں اس کی بیماری کا علم نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور غلام واپس ہو گیا۔ دوسری روایت بھی ہے کہ حضرت زید

بن ثابت براءت کی بیع کو جائز قرار دیتے تھے۔ امام مالک نے اسے غلاموں کے ساتھ خاص کیا ہے کیونکہ ان کو عیوب زیادہ تر مخفی رہتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ رد کرنے کا اختیار خریدار کا ثابت حق ہے۔ براءت کے قائل علما کے نزدیک شرط ہی سے لازم ہوگی۔ یعنی جبکہ اس نے شرط لگا دی ہو۔
سوال: فروخت کردہ اشیاء کی ضمانت کے متعلق فقہاء کے دلائل بیان کیجئے۔

جواب: فروخت اور ضمانت

علمائے اس وقت کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے جس میں خریدار ضمانت لیتا ہے۔ کہ اگر سامان برباد ہو گیا تو اسی کا خسارہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ خریدار قبضہ کے بعد ہی ضامن ہوگا۔ امام مالک کے نزدیک جن چیزوں میں مکمل ادائیگی واجب ہے ان میں خریدار قبضہ کے بعد ہی ضامن ہوگا۔ اور جن چیزوں میں مکمل ادائیگی واجب نہیں ہے اور وہ موجود ہیں تو ان کی ضمانت خریدار کے ذمہ ہے۔ خواہ اس نے قبضہ نہ کیا۔ اگر سامان غائب ہے تو امام مالک کے نزدیک ضمانت بیچنے والی کی ہوگی سوائے اس کے کہ اس نے خریدار پر اس کی شرط لگا دی ہو۔
اہل ظاہر نے یہ رائے قائم کی کہ عقد سے خریدار کی ضمانت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام علما اس پر متفق ہیں کہ قبضہ سے پہلے خراج خریدار کے لیے ہے۔ کیونکہ حدیث نبوی میں ہے کہ خراج ضمانت ہے۔

سوال: جوائح پر سیر حاصل بحث کریں۔

جواب: آفات و جوائح:

علمائے آفات و جوائح کو منہا کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نے آفات و جوائح کو جائز کہا ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، ثوری اور لیث نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ آفات کو وضع کرنے والوں کی دلیل حدیث جابر سے ہے۔ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ بَاعَ ثَمْرًا فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَأْخُذُ مِنْ أُخِيهِ شَيْئًا، عَلَيَّ مَاذَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالِ أُخِيهِ؟

(جس نے پھل بیچا اور اسے کوئی آفت آگئی تو اپنے بھائی سے کچھ وصول نہ کرے۔ کس بنیاد پر وہ اپنے بھائی کا مال لے گا؟)

قیاس شبہ کی دلیل بھی موجود ہے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ یہ وہ فروخت کردہ ہے جس کو پورا پورا ادا کرنے کا حق بیچنے والے پر باقی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بیع مکمل ہونے تک سیراب کرنے کا حق اسے حاصل رہے۔ اب ضمانت بھی اسی کی جانب سے ہونی چاہیے۔

جن فقہانے آفات و جوائح کے اثر کو قبول نہیں کیا ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ بیع دوسری تمام بیوع کے مشابہ ہے اور تخلیہ اس بیع میں قبضہ کی صورت میں ہوا ہے۔ علما کا اتفاق ہے کہ قبضہ کے بعد فروخت کردہ کی ضمانت خریدار کے پاس رہے گی۔ سماعی دلیل بھی ابو سعید خدری کی روایت کردہ حدیث موجود ہے۔ کہ ایک شخص نے پھل خریدا اور اس پر آفت آگئی اور اس کا قرض بڑھ گیا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ اسے صدقہ دو۔ لوگوں نے صدقے دیئے مگر اس کا قرض مکمل ادا نہ ہوا۔ تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ جو تمہیں مل جائے۔ لے لو۔ تمہارا حق بس اتنا ہی بنتا ہے۔ فقہا کہتے ہیں کہ آفات کے پیش نظر آپ نے فیصلہ نہیں دیا۔

اس مسئلہ میں اختلاف کا سبب احادیث کا باہم اختلاف اور معیارات شبہ کا متعارض ہونا ہے۔ ہر فریق نے اپنے مخالف حدیث کو تاویل کے ذریعے اپنے اصول کی طرف موڑنے کی کوشش کی ہے۔

سوال: جوائح کا مفہوم واضح کیجئے۔

جواب: جوائح:

آسمان سے جو آفت نازل ہو جیسے اولہ، قحط، سیلاب، لعنن تو مسلک مالکی میں اس کو جائح تصور کرنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ پانی کی کمی کو سب لوگ جائح گردانتے ہیں۔ انسانوں کے عمل سے جو نقصان ہوا سے بعض اصحاب مالک جائح سمجھتے ہیں۔

سوال: فروخت کردہ اشیاء کے توابع کا کیا حکم ہے؟

جواب: توابع کے احکام:

جمہور فقہا کی رائے ہے کہ جس نے باغ فروخت کیا اور اس میں پھل موجود ہیں مگر ابھی ان میں گابھا نہیں دیا ہے تو پھل خریدار کے ہوں گے اور اگر گابھا دینے کے بعد سودا ہوا ہے تو پھل بیچنے والا لے گا۔ کیونکہ حضرت ابن عمر کی ثابت حدیث موجود ہے کہ اللہ کر رسول ﷺ نے فرمایا:

(جس نے کھجور کا کوئی باغ فروخت کیا اور اس میں گابھا دیا جا چکا ہے تو اس کا پھل فروخت کنندہ کا ہوگا سوائے اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگا دے۔)

فقہا کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ کے رسول نے گابھا دینے کے بعد پھل کی قیمت فروخت کنندہ کو دینے کا فیصلہ فرمایا ہے اس لیے دلیل خطاب کی رو سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ گابھا دینے سے پہلے کسی شرط کی عدم موجودگی میں پھل خریدار کی ملکیت ہوں گے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ گابھا دینے سے پہلے اور اس کے بعد دونوں صورتوں میں پھل فروخت کنندہ کے ہوں گے۔ انہوں نے اس مفہوم کو دلیل خطاب پر محمول نہیں کیا ہے۔ بلکہ اسے اولیٰ الفضل کے باب میں شمار کیا ہے۔

ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ گناہا، یا ہو یا نہ دیا ہو جب اصل کا سودا ہو گیا ہے تو وہ خریدار کی ملکیت ہوگی۔ خواہ اس نے شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔ امام ابوحنیفہ نے حدیث مسترد نہیں کی بلکہ اس کی دلیل خطاب کو رد کیا ہے۔

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور ان کے ہم نواؤں کے درمیان اختلاف کا سبب یہ ہے کہ حدیث کی دلیل خطاب کے مفہوم میں اور افضل اعلیٰ کے مفہوم میں تعارض ہے۔

کتاب الجعل

سوال: الجعل کی تعریف کرتے ہوئے اختلاف آئمہ بیان کیجئے۔

جواب: الجعل: الجعل کسی ایسی منفعت پر اجرت لینے کو کہتے ہیں جس کے حصول کی توقع ہو۔ جیسے مریض کے تندرست ہونے کی شرط پر ڈاکٹر کا علاج کرنا اور پوری کتاب پڑھانے کی معلم کے ساتھ باہم شرط لگانا وغیرہ۔

اختلاف آئمہ:

جعل کے جائز اور ممنوع ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ تھوڑے سے سودے میں دو شرطوں پر جائز ہے: ایک تو اس کی کوئی مدت متعین نہ ہو اور دوسری یہ کہ قیمت معلوم ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کے ہاں دونوں احوال ملتے ہیں۔ اسے جائز کہنے والوں کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: ترجمہ: ”جو شخص اسے لا کر دے گا اس کے لیے ایک بار شتر انعام ہے، اس کا میں ذمہ لیتا ہوں۔“ (سورۃ یوسف: آیت 72)

سورۃ فاتحہ سے جھاڑ پھونک کرنے کے عوض قیمت وصول کرنے کی اجازت حدیث میں موجود ہے۔ اس لیے اس پر بھی اجماع ہے۔ مسلک مالکی میں اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جعل میں عمل کی تکمیل کے بعد ہی کچھ حق بنتا ہے۔ اور یہ عقد لازم نہیں ہے۔ اس باب میں اصحاب مالک اور امام مالک کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ کشتی کو کرایہ پر دینا جعل ہے یا اجارہ؟ امام مالک کہتے ہیں کہ کشتی والے کو کرایہ دوسری طرف پہنچنے کے بعد ہی ملے گا اور ابن لقاسم نے اس پر جعل کا حکم لگاتے ہوئے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ہم نے جعل کے حکم میں یہ شرط رکھی ہے کہ اگر اسے وہ نفع حاصل نہ ہو جس پر جعل منعقد ہوا تو اسے کچھ نہ ملے گا۔ جعل کرنے والے نے مجعول کے عمل سے اسے کوئی اجرت دیئے بغیر استفادہ کیا ہے اور یہ ظلم ہے۔

کتاب الشریکۃ

سوال: شریکت کی انواع بیان کرتے ہوئے ان پر تفصیلی بحث کیجئے۔

جواب: فقہاء کے ہاں شریکت کی چار انواع ہیں: 1- مخصوص و موجود میں شریکت، 2- جسم یا بدن کی شریکت، 3- باہم تفویض کی شریکت، 4- چہروں کی شریکت۔

مخصوص و موجود کی شریکت

اس شریکت کے تین ارکان ہیں:

- 1- اموال میں اس کا محل
- 2- مشترک مالک کے تناسب سے منافع کا تناسب
- 3- مال کے تناسب سے شرکاء کے کام اور محنت کا تناسب

پہلا رکن:

شرکت کا محل و مقام کیا ہے؟ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ شرکت درہم و دینار کی کسی ایک نقدی ہی میں جائز ہے۔ اسی طرح علماء کا اتفاق ہے کہ دو سامانوں کے بدلے شرکت جائز ہے مگر دونوں کی صفت ایک ہو۔ اگر سامان مختلف ہوں یا نقدی مختلف ہو تو علماء کا اختلاف ہے جیسے ایک شریک دینار لگائے اور دوسرا درہم لگائے۔ اس طرح یہاں تین مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ:

سامان کی دو اصناف میں شرکت ہو یا سامان کے ساتھ درہم دینار کی شرکت ہو تو ابن القاسم اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کا مسلک یہی ہے۔ امام مالک سامان کی شرکت میں قیمتوں کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ شرکت واقع نہیں ہوگی مگر سامان کی قیمت پر۔

دوسرا مسئلہ:

اگر دو اصناف ایسی ہوں جن میں ادھار جائز نہیں۔ جیسے ایک شخص کی طرف سے دینار کی شرکت اور دوسرے کی طرف سے درہم کی شرکت یا دو مختلف طعاموں کی شرکت تو اس میں امام مالک کے مختلف اقوال ہیں۔ کبھی آپ نے جائز کہا کبھی اسے ممنوع قرار دیا۔

تیسرا مسئلہ:

ایک ہی صنف کے طعام میں شرکت کو ابن القاسم نے جائز کہا ہے۔ اور انہوں نے سونے یا چاندی کی ایک ہی صنف میں شرکت ہر علماء کے اجماع سے استدلال کیا ہے۔ امام مالک نے اپنے مشہور قول کے مطابق اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ کیوں کہ اس میں فوری ادائیگی کی شرط موجود نہیں ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ شرکت کے مال کی شرط یہ ہے کہ حسی طور سے یا معنوی طور سے دونوں آپس میں خلط ملط ہو جائیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ شرکت صحیح نہ ہوگی۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ شرکت صحیح ہے اگرچہ ہر شخص کا مال اس کے ہاتھ میں ہو۔

دوسرا رکن:

دوسرا رکن منافع کو باہم تقسیم کرنے کا طریقہ کار ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ چونکہ منافع اس المال کا تابع ہے یعنی اگر شراکت کے مال کی اصل دو مساوی حصہ ہے تو منافع دونوں میں نصف نصف ہوگا۔ علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ دونوں کا اس المال مختلف ہو مگر منافع دونوں کا مساوی ہو؟ امام مالک اور امام

شافعی کا قول ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اہل عراق اسے جائز کہتے ہیں۔

تیسرا رکن:

تیسرا رکن عمل اور محنت ہے۔ یہ امام مالک کے نزدیک مال کا تابع ہے۔ اس لیے بجائے خود یہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا اعتبار مال کے ساتھ ہوگا۔ بعض علماء ایسے ہیں جو شرکت کو اسی وقت جائز مانتے ہیں جب کہ دونوں کی دولت مساوی درجہ میں عمل اور محنت کی طرف متوجہ ہو۔ اسی لیے ابن المذہب کہتے ہیں کہ علماء کا اس شرکت کے جواز پر اجماع ہے جس میں ہر شریک اپنے ساتھی کے مال کا مثل اسی کی نوع سے لگاتا ہے۔

باہم تفویض کی شرکت:

باہم تفویض کی شرکت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے فی الجملہ اسے جائز کہا ہے۔ امام شافعی اسے جائز نہیں مانتے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ شرکت کا لفظ مال کے اختلاط کے لیے بولا جاتا ہے۔ منافع تو فروری ہے۔ امام مالک یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک نے اپنے مال کا ایک حصہ کے عوض فروخت کیا ہے اور جو اس کے ہاتھ میں مال بچا ہے اس پر بحث و نظر کے لیے اس نے اپنے شریک کو وکیل بنا دیا ہے۔ امام شافعی یہ سمجھتے ہیں کہ شرکت میں بیع اور وکالت دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ امام ابوحنیفہ یہاں اپنے اصول پر ہیں کہ وہ نقدی کی شرکت میں صرف نقد کی رعایت رکھتے ہیں۔

جسم و بدن کی شرکت:

امام ابوحنیفہ اور مالکیہ کے نزدیک جسم و بدن کی شرکت فی الجملہ جائز ہے اور امام شافعی نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ شرکت مال کے ساتھ مخصوص ہے، اعمال کے ساتھ نہیں۔ مالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ غنیمت حاصل کرنے والے مشترک ہوتے ہیں اور ان کے باہمی اشتراک کا حق محض عمل کی وجہ سے بنتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ جنگ بدر میں حضرت سعدؓ کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت سعدؓ کو دو گھوڑے ملے اور ابن مسعودؓ کو کچھ نہ ملا اور نبی اکرمؐ نے ان پر کوئی اظہار نکیر نہیں کیا۔ یہ دلیل بھی ہے کہ مضاربت عمل پر منعقد ہوتی ہے تو اس پر شرکت بھی منعقد ہو سکتی ہے۔

چہروں کی شرکت:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک چہروں کی شرکت باطل ہے مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ یہ شرکت بطور ذمہ ہے جس میں نہ مال لگتا ہے نہ صنعت لگتی ہے۔

صحیح شرکت کے احکام:

شرکت کوئی لازمی عقد نہیں بلکہ یہ جائز عقد ہے۔ یعنی ہر شریک جب چاہے شرکت سے علیحدہ ہو سکتا

ہے۔ یہ غیر مورثی عقد ہے۔ دونوں کا نفقہ اور کپڑا شرکت کے مال سے ہوگا۔ کوئی بھی شریک شرکت کے مال سے کچھ ہبہ نہیں کر سکتا۔ نفع نقصان ہر معاملہ میں ہر شخص دوسرے کی قائم مقامی کر سکتا ہے۔

کتاب الاعتکاف

سوال: اعتکاف کی شرائط و دیگر مسائل مع اختلاف آئمہ تفصیلاً ذکر کیجئے۔

جواب: اعتکاف شرع میں مستحب ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اس کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے۔ اعتکاف ایک خاص عمل ہے جو مخصوص جگہ میں، مخصوص زمانہ میں، مخصوص شرائط اور مخصوص پابندیوں کے ساتھ وجود میں آتا ہے۔ ابن القاسم کا مسلک ہے کہ اعتکاف میں نماز، ذکر الہی اور تلاوت قرآن ہے۔ ابن وہب کا مسلک ہے کہ اس میں نیکی، تقویٰ اور ذخیرہ آخرت کے سارے اعمال شامل ہیں۔ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس میں شریعت خاموش ہے۔ یعنی اس میں شرع نے قول سے کوئی تعریف متعین نہیں کی۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جو اعتکاف کرے وہ لڑائی جھگڑانہ کرے اور نہ گالی گلوچ کرے۔ وہ جمعہ کی نماز میں اور جنازہ میں شریک ہو سکتا ہے اور بوقت ضرورت اہل خانہ کو کھڑے کھڑے وصیت کر سکتا ہے۔" حضرت عائشہؓ سے اس کے برخلاف مروی ہے۔ وہ یہ کہ معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ جنازہ میں شرکت نہ کرے اور نہ مریض کی عیادت کرے۔ اس چیز نے اختلاف پیدا کیا۔ جن جگہوں میں اعتکاف کیا جاتا ہے ان میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ثوری اور امام مالک کے مطابق اعتکاف ہر مسجد میں ہوتا ہے۔ حدیفہ اور سعید بن المسیب کے مطابق اعتکاف صرف تین مساجد میں ہوتا ہے۔ بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی۔ تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ اعتکاف کی شرط یہ ہے کہ وہ مسجد میں ہو۔ قرآن کہتا ہے: "اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔" (البقرہ، آیت 187) جمہور کی رائے یہ ہے کہ آیت میں اعتکاف کی نسبت مسجدوں کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ مسجد میں اس کے لیے شرط ہیں۔

عورت کے اعتکاف کے سلسلہ میں جو اختلاف ہے اس کا سبب قیاس کی حدیث سے

مخالف ہے۔ یہ ثابت ہے کہ حضرت حفصہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مسجد میں اعتکاف کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب انہوں نے مسجد میں خیمے لگا دیئے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ مسجد میں عورت کا اعتکاف جائز ہے۔

زمانہ اعتکاف کا جہاں تک معاملہ ہے تو فقہاء کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد واجب

نہیں ہے۔ زمانہ اعتکاف کی قلیل ترین مدت کی امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک کوئی حد نہیں ہے۔ امام مالک کے مطابق قلیل ترین مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ اختلاف کا سبب قیاس کا حدیث سے تعارض ہے۔ حدیث مخالف وہ ہے جس کی تخریج امام بخاری نے کی ہے کہ "حضرت عمرؓ نے ایک رات اعتکاف کرنے کی

نذرمانی تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔“

مختلف اعتکاف کب شروع کرے؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا اتفاق ہے کہ جس نے ایک ماہ کے اعتکاف کی نذرمانی وہ غروب آفتاب سے قبل مسجد میں داخل ہو جائے اور جس نے ایک دن کے اعتکاف کی نذرمانی ہے وہ طلوع فجر سے پہلے داخل ہو اور غروب آفتاب کے بعد نکل آئے۔ امام بخاری اور اہل صحاح نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ”اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان میں معتکف ہوتے اور جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اعتکاف گاہ میں قدم رکھتے۔“

مختلف کے اعتکاف سے نکلنے کا وقت کیا؟ امام مالک کی رائے ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کا معتکف مسجد سے سیدھے عید گاہ جائے۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ غروب آفتاب کے بعد مسجد سے نکل آئے۔

اعتکاف کی تین شرطیں ہیں: نیت، روزہ رکھنا اور مباشرت سے پرہیز کرنا۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ بغیر روزہ کے اعتکاف جائز ہے۔ سبب اختلاف یہ ہے کہ اعتکاف نبوی رمضان میں واقع ہوا تھا۔ اس کا ایک سبب اور ہے وہ یہ کہ ایک ہی آیت میں روزہ اور اعتکاف کا ساتھ ساتھ ذکر ہے۔ امام شافعی نے حضرت عمرؓ کی مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے وہ یہ کہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک رات اعتکاف کرنے کا حکم دیا تھا اور رات روزہ رکھنے کا وقت نہیں ہے۔

تیسری شرط ترک مباشرت ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ معتکف اگر جان بوجھ کر جماع کر لے تو اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔ اگر مسجد میں بھول کر وہ جماع کر لے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ مباشرت میں انزال نہ ہو تو کوئی فساد نہیں۔ اعتکاف کے موانع میں علماء کا اتفاق ہے کہ معتکف کے افعال کو چھوڑ کر بقیہ سب پر پابندی ہے۔ حدیث عائشہؓ سے ثابت ہے کہ وہ کہتی ہیں ”اللہ کے رسول ﷺ جب حالت اعتکاف میں ہوتے تھے تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے آپ اپنا سر میری طرف جھکا دیتے تھے اور میں اسی جگہ سے کنگھی کر دیتی تھی اور آپ انسانی حاجت کے سوا کسی اور کام کے لیے گھر میں نہ آتے تھے۔“ جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ نقلی اعتکاف بغیر عذر کے اگر قطع کر دیا جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت ہے ”اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا مگر آپ نے اعتکاف نہیں کیا اور شوال کے دس دنوں میں اعتکاف کیا۔ نذر کا اعتکاف قطع کرنے والے پر قضا کے واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔“

کتاب القراض

سوال: قراض کی تعریف کرتے ہوئے اس کے بنیادی اصول قلمبند کیجئے۔

جواب: قراض یعنی مضاربت کے جواز میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ دور جاہلیت میں رائج تھی۔ اسلام نے اسے برقرار رکھا۔ علماء کا اجماع ہے کہ قراض کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اس شرط

پر مال دے کہ وہ اس سے تجارت کرے اور مال کے منافع میں سے ایک متعین حصہ جس پر دونوں متفق ہوں، اسے ادا کرے خواہ تہائی ہو یا چوتھائی ہو یا نصف ہو۔ اگر اس المال میں سے کچھ نقصان ہو جائے تو کارکن اس کا ضامن نہ ہوگا۔

باب اول: مضاربت کا محل

سوال: مضاربت کا محل تفصیلاً بیان کریں۔

جواب: علماء کا اجماع ہے کہ درہم و دینار سے مضاربت جائز ہے۔ البتہ سامان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء کہتے ہیں کی عروض یعنی سامان سے مضاربت جائز نہیں مگر ابن ابی لیلیٰ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ البتہ اس المال کوئی ایسی چیز ہو جس کے ذریعے سے سامان فروخت کیا جاتا ہے تو امام مالک اور امام شافعی اسے ممنوع قرار دیتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ اسے جائز مانتے ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ کسی شخص کو کپڑا فروخت کرنے کے لیے دینا جائز ہے اور اس میں جو نفع ملے وہ دونوں لے لیں۔ یہ اسی وقت ہے جب کہ دونوں اصل مال کی اس قیمت کو قرار دیں جس کے عوض کپڑا خریدا گیا۔ سونے چاندی کی نقدی سے مضاربت کرنے میں امام مالک کے قول میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ الشہب نے ان سے اس کی ممانعت کی روایت کی ہے۔ پیسوں سے مضاربت کرنے میں اصحاب مالک کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن القاسم اسے ممنوع کہتے ہیں۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کی رائے ہے کہ اگر کسی شخص کا دوسرے پر قرض ہو تو قرض وصول کرنے سے پہلے اسے مضاربت کے لیے کچھ دینا جائز نہیں۔ اگر کسی نے مضاربت میں زائد منافع کی شرط لگا دی تو وہ فاسد ہوگی۔

باب دوم: مضاربت کی شرائط

سوال: مضاربت کی شرائط بیان کرتے ہوئے اختلاف آئمہ بیان کریں۔

جواب: اس امر میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مضاربت کے سوا اگر کسی فریق اپنے لیے کسی زائد نفع کی شرط رکھی تو یہ جائز نہ ہوگی۔ امام مالک کے نزدیک اس کا اصول یہ ہے کہ مضاربت کے ساتھ کوئی بیع، کرایہ، قرض، محنت، ہزنی و رحمہ لی ایسی نہ ہو جس کی شرط کو فریق اپنے لیے لگائے۔ ان چیزوں میں مجموعی طور سے علماء کے درمیان اتفاق ہے۔ اگرچہ تفصیل میں اختلاف موجود ہے۔ ایک اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ محنت کش اپنے لیے پورے منافع کی شرط لگائے تو امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ قرض ہے مضاربت نہیں ہے۔ ایک اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ صاحب مال محنت

نش پر نسامن ہونے کی شرط لگا دے۔ امام مالک کے نزدیک یہ مضاربت جائز نہیں ہے اور فاسد ہے۔ یہی امام شافعی کا بھی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ مضاربت جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ فقہا کا اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ مضاربت کرنے والے سے صاحب مال یہ شرط رکھے کہ وہ خصوصی تصرف کرے گا۔ مثال کے طور پر وہ شرط لگائے کہ کسی متعین جنس کی مضاربت کرو یا تجارت کے لیے کسی متعین جگہ کی شرط رکھے وغیرہ۔ اس سلسلے میں امام مالک اور امام شافعی کی رائے ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جو شرط لگائی ہے وہ اس پر لازم ہے۔ جمہور کے نزدیک موجب مضاربت جائز نہیں ہے۔ اسی باب میں علماء کا اختلاف بھی ہے کہ صاحب مال محنت کش پر اپنے حصہ کے نفع کی زکوٰۃ نکالنے کی شرط لگا دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام مالک الموطا میں اسے جائز نہیں مانتے۔ ابن القاسم اسے جائز کہتے ہیں۔ اسے ناجائز کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ محنت کش اور صاحب مال کا حصہ نامعلوم ہے کیوں کہ اسے نہیں معلوم کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے وقت مال کتنا ہوگا۔ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ محنت کش صاحب مال پر کسی متعین غلام کی شرط رکھے کہ اسے مال کا ایک حصہ ملے گا۔ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے اسے جائز کہا ہے۔

باب سوم: احکام مضاربت

سوال: احکام مضاربت بیان کیجئے نیز بتائیے کہ ان میں اختلاف آئمہ کیوں ہے؟

جواب: اس باب میں بعض صحیح مضاربت کے احکام ہیں اور بعض فاسد مضاربت کے احکام ہیں۔ صحیح مضاربت کے احکام میں بعض عقد کے موجبات میں سے ہیں یعنی وہ عقد کے موجب کے تابع ہیں۔ ان میں بعض احکام ہنگامی اور عارضی نوعیت کے ہیں۔ علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ لازم ہونا مضاربت کے عقد کا موجب نہیں ہے اور فریقین میں سے کوئی بھی اسے فسخ کر سکتا ہے۔ فقہا کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مضاربت کرنے والا منافع سے اپنا حصہ اسی وقت لے گا جب کہ تمام راس المال وہ حوالے کر دے۔ علماء نے اس آدمی کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے جو کسی کو بطور مضاربت مال دے اور محنت اور کام شروع کرنے سے پہلے مال کا کچھ حصہ تلف ہو جائے پھر وہ کام کرنے لگے اور اسے نفع ملے۔ اب تلف ہونے کے بعد جو مال بچا تھا اسے محنت کش راس المال قرار دینا چاہتا ہے تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ امام مالک اور جمہور علماء کا قول ہے کہ اسے حق حاصل ہے بشرطیکہ صاحب مال اس پر تیار ہو۔ یہ مسئلہ ہنگامی احکام میں سے ہے۔ علماء کا اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ مضاربت میں محنت کش کو اس سے اپنا نفع لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ امام ابراہیم نخعی اور حسن کا قول ہے کہ اصلاً اسے کوئی نفع نہیں ملے گا۔ امام شافعی سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ثوری اور جمہور علماء کا مسلک ہے کہ سفر میں اپنے کھانے اور کپڑے کا خرچ لے سکتا ہے۔ اسے جائز نامانے والوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ مضاربت سے زائد منفعت ہے جو جائز نہیں ہے۔ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ

محنت کش نفع میں سے اپنا حصہ صاحب مال کی موجودگی میں لے گا۔ اس میں کسی گواہ یا ثبوت کی موجودگی کافی نہیں ہے۔

ہنگامی احکام:

علماء نے اختلاف کیا ہے، جب کہ مضاربت کرنے والا صاحب مال کو موجودگی کے بغیر اپنا حصہ وصول کر لے یا پھر اس کا کوئی حصہ ضائع ہو جائے تو امام مالک کہتے ہیں کہ اگر صاحب مال نے اس کی اجازت وہ ہے تو محنت کش کا دعویٰ سچا مانا جائے گا۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ثوری کہتے ہیں کہ محنت کش نے جو لیا ہے وہ اسے واپس کرے گا اور اس طرح اس المال مکمل ہوگا پھر اگر کچھ بچا ہے تو دونوں مل کر باہم تقسیم کر لیں گے۔ علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ محنت کش مضاربت کے کسی سامان کو صاحب مال کے ہاتھ فروخت کرے۔ امام مالک اسے مکرو قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اسے مطلقاً جائز کہتے ہیں۔ امام مالک نے اسے مکرو قرار دینے کی توجیہ یہ کی ہے کہ اسے مال مضاربت لینے کی وجہ سے وہ مال سستا بیچنے گا۔ اس امر میں فقہاء کے درمیان اختلاف نہیں ہے کہ اگر محنت کش کسی شہر تک سامان لے جانے کے لیے کرایہ ادا کرے اور وہ کرایہ سامان کی قیمت کے مساوی بلکہ اس سے کچھ زائد ہو تو اس کا ذمہ دار محنت کش ہوگا۔ علماء نے اس آدمی کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جو مضاربت میں محنت کش ہے اور کچھ مال مزید اس سے قرض لے کر مال مضاربت کے ساتھ تجارت کرنا چاہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور لیث نے اس محنت کش کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو صاحب مال کی اجازت کے بغیر مال مضاربت میں اپنی دولت بھی لگاتا ہے۔ یہ سارے فقہاء امام مالک کے ماسوا یہ کہتے ہیں کہ یہ تعدی ہے۔

فاسد مضاربت کا حکم:

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فاسد مضاربت کا حکم اسے فسخ کر دینا ہے بشرطیکہ عمل اور محنت کی وجہ سے وہ ضائع نہ ہو ہو۔ اگر عمل کی وجہ سے فوت ہو گیا ہے تو محنت کش کو اس میں کیا ملے گا؟ امام مالک کے مطابق پورے معاملے کو مضاربت مثل کی طرح دیکھا جائے گا۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے مطابق اسے اجازت مثل سمجھا جائے گا۔

مضاربت کے فریقین میں اختلاف:

اس امر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے کہ محنت کش اور صاحب مال کے درمیان اس حصہ کی تعیین میں اختلاف ہو جائے جس کی بنیاد پر مضاربت کا معاہدہ ہوا ہے تو امام مالک کہتے ہیں کہ بات محنت کش کی معتبر ہوگی کیوں کہ صاحب مال کے نزدیک وہ امانت دار ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ صاحب مال کی بات معتبر ہوگی۔ ثوری کا بھی یہ قول ہے۔

کتاب الصیام اول

پہلا موضوع: انواع صوم

سوال: انواع صوم قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

جواب: صوم شرعی واجب ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں:

- 1- جو متعین زمانہ کے لیے واجب ہے۔ یعنی رمضان کا مہینہ۔
- 2- جو کسی علت کی وجہ سے واجب ہے۔ یعنی کفاروں کے روزے۔
- 3- جو انسان کے خود واجب کرنے سے واجب ہوتے ہیں۔ یعنی نذر کے روزے۔

ماہ رمضان کے روزے کتاب وسنت اور اجماع کی روشنی میں واجب ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

ترجمہ: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کیے گئے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت۔ 183)

حدیث پاک کے مطابق اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں روزہ بھی شامل ہے۔ ہر عاقل، بالغ، مقیم

اور صحت مند مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ کیوں کہ حکم قرآن ہے: ترجمہ: ”تم میں سے جو اس مہینے کو پائے وہ اس

پورے مہینے کے روزے رکھے۔“ (البقرہ، آیت۔ 185)

دوسرا موضوع: ارکان صوم

سوال: ارکان صوم مع اختلاف آئمہ بیان کریں۔

جواب: روزہ کے تین ارکان ہیں۔ دو پر سب کا اتفاق ہے۔ یعنی وقت اور روزہ توڑنے والی چیزوں سے پرہیز۔ تیسرا

رکن مختلف فیہ ہے اور وہ ہے نیت۔

رکن اول۔ زمانہ قیام:

رکن اول یعنی زمانہ/ وقت کی بھی دو قسمیں ہیں:

1- وجوب کا زمانہ یعنی ماہ رمضان۔

2- روزہ توڑنے والی چیزوں سے پرہیز کا زمانہ یعنی اس ماہ کے دن۔

ان دونوں قسم کے زمانوں سے متعلق بنیادی مسائل ہیں جن میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ زمانہ وجوب

کے سلسلے میں علماء کا اجماع ہے کہ عربی مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے اور 30 دن کا ہوتا ہے۔ شہر رمضان کی تعیین میں اعتبار

رویت ہلال کا ہوتا ہے۔ کیوں کہ حدیث کے مطابق (ترجمہ: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے کا سلسلہ

منقطع کر دو)۔ روایت سے مراد زوال کے بعد چاند کا اولین ظہور ہے۔ بادلوں کی صورت میں جمہور علماء کی رائے ہے

کہ 30 دنوں کی کنتی مکمل کر لی جائے۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے ہے کہ اگر ماہ کے پہلے دن بادل ہو گئے تو دوسرے دن روزہ رکھا جائے اسے یوم الشک (روز شک) کہا جاتا ہے۔ رویت کے وقت کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ اتفاق اس پر ہے کہ اگر شام کو رویت ہو گئی ہے تو اگلے دن سے ماہ شروع ہو گیا۔ مگر اختلاف اس میں ہے جب دن کے تمام اوقات میں اس کی رویت ہوئی ہے۔ اصحاب ابو حنیفہ میں سے امام ابو یوسف، امام ثوری اور اصحاب مالک میں سے امام ابن حبیب کہتے ہیں کہ اگر زوال سے پہلے چاند نظر آ گیا تو وہ گزشتہ رات کا چاند ہے اور اگر زوال کے بعد نظر آیا تو اگلے دن کا چاند ہے۔ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جن مسائل میں تجربہ ناگزیر ہے ان میں تجربہ کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جس شخص نے تنہا چاند دیکھا ہے اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔ البتہ عطاء بن ابی رباح نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھے جب تک اس کے علاوہ کسی اور نے نہ دیکھا ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ رویت ہی سے روزہ رکھا جائے اور اسی سے توڑا جائے۔ علماء نے رویت کی خبر دینے والوں کی تعداد اور ان کی صفات کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ دو عادل گواہوں سے کم کی گواہی میں نہ روزہ رکھنا جائز ہے اور نہ روزہ توڑنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں اگر بادل ہیں تو ایک آدمی کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔ امام مالک سے مروی ہے کہ گواہی قابل قبول نہ ہوگی جب کہ آسمان میں بادل ہو۔ علماء کا اجماع ہے کہ روزہ توڑنے کے لیے دو آدمیوں سے کم کی گواہی تسلیم نہ کی جائے۔ کیا رویت ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہو سکتی ہے۔ امام مالک کے سلسلہ میں ابن القاسم اور مصریوں کی روایت یہ ہے کہ ان کی رائے تھی کہ اگر شہر کے لوگوں پر ثابت ہو جائے کہ دوسرے شہر کے باشندوں نے چاند دیکھا ہے تو ان پر اس دن کی قضا واجب ہوگی جس دن انہوں نے روزہ نہیں رکھا اور دوسرے شہر کے لوگوں نے روزہ رکھا۔ امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ دور دراز ملکوں میں اس کی رعایت نہ ہوگی جیسے اندلس، اور حجاز۔

جو مسائل کھانے پینے سے رکے رہنے کے زمانہ سے متعلق ہیں وہ بھی متعدد ہیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ پرہیز کرنے کا آخری وقت غروب آفتاب ہے۔ کیوں کہ قرآن کا حکم ہے (ترجمہ: پھر رات تک اپنا روزہ مکمل کرو۔ البقرہ، آیت۔ 187) مگر پرہیز کرنے کا اول وقت کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ اول وقت سفید پھلی ہوئی دوسری فجر کا طلوع ہونا ہے۔ آیت کا ظاہری مفہوم یہی ہے۔ (ترجمہ: یہاں تک کہ سیاہی شب کی دھاری سے پسیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آئے۔ البقرہ، آیت۔ 187) امام ابو داؤد نے قیس بن طلح سے بواسطہ ان کے والد تخریج کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (کھاؤ پیو اور اوپر کی طرف بلند پھلنے والی چیز تمہیں گھبراہٹ میں مبتلا نہ کرے۔ کھاؤ اور پیو تا آنکہ سرخ دھاری تمہارے سامنے ہو جائے) امام مالک کا مشہور قول، جس پر جمہور کا عمل ہے، یہ ہے کہ کھانے پینے کو طلوع سے متصل رکھنا جائز ہے۔ صحیح بخاری کی روایات میں موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ: کھاؤ اور پیو تا آنکہ ابن ام مکتوم اذان نہ دے دیں۔ وہ اذان اسی وقت دیتے ہیں جب کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔)

رکن ثانی: روز توڑنے والی چیزوں سے پرہیز:

علماء کا اجماع ہے کہ روزہ کے وقت کھانے پینے سے اور جماع کرنے سے پرہیز کرنا واجب ہے کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے: (ترجمہ: اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے، اسے حاصل کرو۔ نیز راتوں کو کھاؤ پو یہاں تک کہ تم سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نہ بنایا نظر آجائے۔) امام مالک کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ حلق تک پہنچنے والی ہر چیز سے پرہیز واجب ہے۔ خواہ وہ کسی راہ سے داخل ہو اور غذا ہو یا غیر غذا سب برابر ہیں۔ ماکولات اور مشروبات کے سوا روزہ توڑنے والی چیزوں کے بارے میں سب کہتے ہیں کہ جس نے بوسہ لے لیا اور منی کا نزول ہو گیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ ایک حدیث وہ ہے جو ثوبان کے طریق سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ: پچھتاگانے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔) قے کے سلسلے میں جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ جسے قے آجائے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ ربیعہ نے قے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم لگایا ہے۔ جمہور کی یہ بھی رائے ہے کہ جس نے زبردستی قے کی اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ حدیث ابو ہریرہ ہے جس کی تخریج امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے کی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ: جسے روزہ کی حالت میں قے آجائے اس پر قضا نہیں۔ اور جو جکف قے کرے اس پر قضا ہے)

رکن ثالث: روزہ کی نیت:

جمہور نے نیت کو روزہ کی صحت کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ نیت میں صوم رمضان کی تعیین ضروری ہے۔ مطلق روزے کا اعتقاد کافی نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر مطلق روزہ کی نیت کر لی تو بھی کافی ہے۔ نیت کے وقت کے سلسلہ میں جو اختلاف ہے اس میں امام مالک کی رائے ہے کہ روزہ کافی نہیں ہوگا اگر فجر سے پہلے نیت نہ کی ہوگی۔ یہ شرط روزہ کی تمام انواع میں ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ نفل میں فجر کے بعد نیت کفایت کرے گی۔ مگر فرض روزہ میں کافی نہیں ہوگی۔ ایک حدیث جس کی تخریج امام بخاری نے حضرت حفصہؓ سے کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ: جس نے رات میں روزہ کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوگا)

فرض روزہ کی دوسری قسم:

شریعت میں روزہ نہ رکھنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ جس صفت کے لیے روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہے ان میں ایک مریض ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔

پہلا مسئلہ: حالت مرض اور حالت سفر میں روزہ رکھنا:

اگر مریض اور مسافر روزہ رکھ لیں تو جمہور کا مسلک ہے کہ اگر روزہ رکھ لیا تو یہ کافی ہے اور فرض ادا ہو گیا۔ ارشاد خداوندی ہے: (ترجمہ: اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرے۔ البقرہ، آیت۔ 184)

دوسرا مسئلہ: روزہ رکھنا افضل ہے یا نہ رکھنا؟

جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے ان کے لیے افضل کیا ہے؟ روزہ رکھنا یا نہ رکھنا۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک روزہ رکھنا افضل ہے۔ امام احمد کے مطابق روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ حدیث حمزہ بن عمر اسلمی ہے جس کی تخریج امام مسلم نے کی ہے کہ انہوں نے درخواست کی، اے اللہ کے رسول، میں سفر میں روزہ کی طاقت اپنے اندر پاتا ہوں۔ کیا سفر میں روزہ رکھنا کوئی گناہ ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا (ترجمہ: یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے جو اس پر عمل کرے اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے)

تیسرا مسئلہ: کیا رخصت متعین سفر میں ہے؟

مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کا جواز کسی متعین سفر میں ہے یا غیر متعین سفر میں بھی جائز ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کا مسلک ہے کہ صرف اس سفر میں یہ جائز ہے جس میں نماز قصر پڑھی جائے۔

چوتھا مسئلہ: کیا رخصت متعین بیماری میں ہے؟

اس بیماری کی تعیین کے سلسلہ میں جس میں مریض کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، علماء میں اختلاف ہے۔ امام مالک کا قول ہے کہ ہر وہ بیماری جس میں روزہ رکھنے سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

پانچواں مسئلہ: وقت کی تعیین:

مسافر کب روزہ توڑے اور کب ممنوعات سے پرہیز کرے؟ امام شععی، امام حسن اور امام احمد کا قول ہے کہ اس دن روزہ توڑ دے جس دن وہ سفر پر نکل رہا ہے۔ جب کہ تمام فقہاء کا قول ہے کہ اس دن روزہ نہ توڑے۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی بے روزہ کی حالت میں شہر داخل ہو جائے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ وقت کی تعیین کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی ثابت حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے روزہ رکھنا کہ مقام قدید تک پہنچیں پھر روزہ توڑ دیا اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی روزہ توڑ دیا۔

چھٹا مسئلہ: ماہ رمضان میں سفر کا آغاز کرنا:

کیا روزہ دار کے لیے جائز ہے کہ رمضان میں سفر شروع کرے اور پھر روزہ نہ رکھے؟ جمہور فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ مسافر جب روزہ نہ رکھے تو وہ متفقہ طور پر اس کی قضا کرے گا۔ یہی حال مریض کا بھی ہے۔ بیہوشی اور جنون ایسی صفات ہیں جن سے شرعی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ خاص طور سے جنون کی صفت اوجب تکلیف رفع ہوگئی تو نہ اس پر روزہ دار کا اطلاق ہو سکتا ہے اور نہ روزہ توڑنے والے کا۔

سہارا مسئلہ: قضا کا تسلسل:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ادا کی طرح قضا کا بھی تسلسل ہونا واجب ہے۔ قضا میں اتنی تاخیر کرے کہ دوسرا رمضان آجائے تو اس سلسلہ میں ایک گروہ کی رائے ہے کہ جب رمضان آچکا ہے اس کے گزرنے کے بعد وہ قضا

کرے اور کفارہ بھی دے۔ یہی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ یہ حسن بصری اور ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ حدیث عائشہ سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (جو شخص اس حال میں مرے کہ اس پر روزہ باقی تھا تو اس کا ولی اس کی جانب سے روزہ رکھ لے) اس کی تخریج امام مسلم نے کی ہے۔ دودھ پلانے والی، حاملہ اور شیخ کبیر کے سلسلے میں ابن عمر اور ابن عباس کا قول ہے کہ یہ کھانا کھلائیں گے ان پر قضا واجب نہیں ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر رمضان میں جماع کر کے روزہ توڑ دے تو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ جو شخص جان بوجھ کر روزہ توڑ دے اس پر قضا واجب ہونے کے سلسلے میں کوئی نص نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ: روزہ میں جان بوجھ کر کھانے پینے والے پر کفارہ کا وجوب:

امام مالک اور ان کے اصحاب، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب امام ثوری اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ جس نے روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر کھاپی لیا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ امام شافعی، امام احمد اور اہل ظاہر کی رائے ہے کہ کفارہ صرف جماع کی صورت میں واجب ہے۔

تیسرا مسئلہ: بھول کر ہم بستری کرنا:

اگر بھول چوک سے روزہ میں ہم بستری کر لے تو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اس پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ واجب ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر قضا اور کفارہ نہیں ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (روزہ کی حالت میں جو شخص بھول جائے اور کھاپی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے کیوں کہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے)

چوتھا مسئلہ: عورت پر کفارہ کا وجوب:

عورت اگر روزہ میں ہم بستری کے لیے بخوشی آمادہ ہو تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں؟ امام مالک اور ان کے اصحاب، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے ہے کہ عورت پر بھی کفارہ واجب ہے۔ امام شافعی اور امام داؤد کہتے ہیں کہ اس پر کفارہ نہیں ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ عورت مرد کی طرح ہے کیوں کہ مکلف دونوں ہیں۔

پانچواں مسئلہ: کفارہ کی ترتیب:

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ثوری اور سارے اہل کوفہ کہتے ہیں کہ کفارے مرتب ہیں۔ سب سے پہلے غلام آزاد کرنے کا کفارہ ہے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو روزے رکھنے کا ہے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو کھانا کھلانے کا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس میں تخییر ہے۔

چھٹا مسئلہ: طعام کی مقدار:

طعام کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور ان دونوں کے اصحاب کی رائے

ہے کہ ہر مسکین کو مدّ نبوی کے مطابق کھانا دیا جائے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے ہے کہ مدّ نبوی کے دو مدّ سے کم نہ ہو اور یہ کہ ہر مسکین کے کے نصف صاع ہوگا۔

ساتواں مسئلہ: جماع کی تکرار سے کفارہ کی تکرار:

علماء کا اجماع ہے کہ جس نے رمضان میں ہم بستری کر لی اور کفارہ ادا کر دیا۔ پھر اس نے دوسرے دن ہم بستری کر لی تو اس پر دوسرا کفارہ واجب ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ جس نے ایک ہی دن میں کئی بار ہم بستری کی اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس پر ہر دن کے لیے الگ ایک کفارہ ہے۔

آٹھواں مسئلہ: خوشحالی میں کفارہ کی ادائیگی:

کفارہ کے وجوب کے وقت اگر وہ تنگ دست تھا تو کیا خوشحالی آنے پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے؟ امام اوزاعی کی رائے ہے کہ اگر وہ تنگ دست ہے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ یہ احکام رمضان میں جان بوجھ روزہ توڑنے والے سے متعلق ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر روزہ توڑا پھر اسی دن کوئی ایسا سبب آ گیا جو روزہ نہ رکھنے کو مباح ٹھہراتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ جیسے عورت روزہ توڑ دے اور پھر دن کے بقیہ حصے میں حائضہ ہو جائے۔ علماء کا اجماع ہے کہ روزہ کی سنت سحری دیر سے کھانا اور افطار میں جلدی کرنا ہے۔ اسی طرح جمہور کا اتفاق ہے کہ روزہ کی سنتوں اور مستحبات میں گالی گلوچ اور بیہودگی کی باتوں سے زبان کو روکنا ہے۔ فرض روزہ سے متعلق یہ مشہور مسائل و احکام تھے۔ اب مستحب روزہ پر گفتگو باقی ہے۔

کتاب الصیام ثانی

مستحب روزہ

سوال: مستحب روزہ کے مسائل و احکام مع اختلاف آئمہ ذکر کریں۔

جواب: مستحب اور متفق علیہ عاشورہ کا روزہ ہے۔ مختلف فیہ یوم عرفہ کا روزہ، شوال کے چھ روزے اور ہر عربی مہینے کے تین درمیانی روزے یعنی 13، 14، 15 تاریخوں کے روزے۔ علماء کا اختلاف ہے کہ عاشورہ نو محرم ہے یا دس محرم کو۔ یوم عرفہ کو روزہ رکھنے میں اختلاف اس لیے ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یوم عرفہ کو روزہ نہیں رکھا مگر اس کے بارے میں فرمایا: (یوم عرفہ کو روزہ رکھنا اگلے اور پچھلے سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے) شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ثابت حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے اس نے گویا زندگی بھر روزہ رکھا) یہ ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر ماہ میں تین

غیر متعین دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ امام ابو داؤد نے تخریج کی ہے کہ آپ ﷺ ہر منگل اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے رمضان کے سوا کبھی پورے ایک ماہ کا روزہ نہیں رکھا۔ اور یہ کہ آپ کے بیشتر روزے ماہ شعبان میں ہوئے تھے۔ عید الفطر اور عید الفصحی کے دن روزہ کی ممانعت ثابت ہے۔ جمعہ کو روزہ رکھنا امام مالک کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ عمر بھر روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ مگر امام مالک کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مستحب روزہ میں روزہ توڑنے والی چیزوں سے پرہیز وہی ہے جو فرض روزہ میں ہے۔ نفلی روزہ توڑنے کے سلسلے میں علماء کا اجماع ہے کہ نفلی روزہ کسی عذر سے توڑنے پر قضا نہیں ہے۔ اگر بغیر عذر کے جان بوجھ کر نفل روزہ توڑ دے تو امام مالک اور امام ابو حنیفہ اس پر قضا کو واجب قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی کی رائے ہے کہ اس پر قضا نہیں ہے۔ نفل روزہ کو اگر کوئی شخص بھول کر توڑ دے تو جمہور فقہا کا مسلک ہے کہ اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔

کتاب الحج

جنس اول

حج کے اصول و مقدمات

سوال: حج کے وجوب اور اس کی شرائط مع اختلاف آئمہ بیان کریں۔

جواب: حج کے واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ قول خداوندی ہے: (ترجمہ: لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔ سورۃ ال عمران، آیت۔ 97) جہاں تک شرائط صحت کا تعلق ہے تو اسلام کی شرط میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ غیر مسلم کا حج درست نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے بچے کے حج کو جائز بتایا ہے اور امام ابو حنیفہ نے اسے ممنوع کہا ہے۔ حج میں استطاعت کی شرط کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ استطاعت کی دو قسمیں ہیں: براہ راست استطاعت اور نیابت کی استطاعت۔ براہ راست استطاعت کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا، استطاعت کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: "زاد راہ اور سواری۔" براہ راست استطاعت سے عاجزی کی صورت میں نیابت کی استطاعت سے حج واجب ہونے کا جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ دوسرا اس کی طرف سے حج کر سکے اگر وہ جسمانی طور پر حج کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کی دولت سے دوسرا حج کرے گا۔ اسی طرح امام مالک کے نزدیک اگر کوئی شخص مر جائے اور واجب حج نہ کیا ہو تو اس کے ورثاء پر لازم ہے کہ اس کے مال سے اتنا نکالیں جس سے اس کے بدلے حج کر سکیں۔ مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دوسرے کی طرف سے نفلی حج ہو جاتا ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ

غلام پر حج لازم نہیں ہے تا آنکہ وہ آزاد ہو جائے۔ ایک اختلافی مسئلہ یہ بھی ہے کہ عورت پر حج کے واجب ہونے کے لیے شرط ہے کہ اس کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم ہو جو سفر حج میں اس کا ساتھ دے سکے؟ امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ وجوب کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ عورت حج کے لیے نکل سکتی ہے اگر اسے محفوظ رفاقت میسر آجائے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی رائے ہے کہ محرم کا وجود اور سفر میں اس کی رفاقت وجوب شرط ہے۔ امام شافعی اور امام احمد عمرہ کو واجب کہتے ہیں۔ امام مالک اسے سنت سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ عمرہ کو نفل قرار دیتے ہیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (حج اور عمرہ دو فریضے ہیں ان میں سے جس کو چاہو پہلے ادا کرو۔ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے) حضرت ابن عباسؓ عمرہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔

جنس ثانی

سوال: ارکان حج مع اختلاف آئمہ بیان کریں۔

جواب: ارکان حج: اس بدنی عبادت کی دو اصناف ہیں: حج اور عمرہ۔ پھر حج کی تین اصناف ہیں: افراد، تمتع اور قرآن۔ یہ تمام تعین افعال، متعین مقامات اور تعین اوقات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے بعض فرض ہیں اور بعض فرض کے علاوہ ہیں۔ حج و عمرہ کا اولین مشترک فعل احرام ہے۔

احرام کی شرائط:

احرام باندھنے کی اولین شرائط مکان اور زمان ہیں۔ مکان وہی ہے جسے میقات الحج کہا جاتا ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ وہ مواقیت جہاں احرام باندھا جاتا ہے درج ذیل ہیں: اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ۔ اہل شام کے لیے اہل نجد کے لیے قرن اور اہل یمن کے لیے ہلملم ہے۔ یہ رسول ﷺ سے حدیث ابن عمرؓ سے ثابت ہے۔ اہل عراق کی میقات کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ جمہور فقہ ان کی میقات کو ذات عرق کو قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر وہ عقیق سے تلبیہ کہنا شروع کر دیں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ جمہور علماء کی رائے ہے کہ جس کا گھرانہ کی میقاتوں کے اندر ہو وہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھے۔

وقت کی میقات:

وقت کی میقات حج کی تینوں انواع میں بھی متعین ہے اور وہ ہے شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ پر سب کا اتفاق ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ مکمل تینوں مہینے حج کے لیے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ صرف دس دن ہیں۔ اگر کوئی حج کے مہینوں سے پہلے احرام حج باندھے امام اسے مکرو کہتے ہیں مگر اس کے احرام کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ عمرہ کے سلسلہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ سال کے تمام اوقات میں جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یوم عرفہ

یوم النحر اور ایام تشریق کے سوا سال کے ہر وقت میں عمرہ جائز ہے۔ امام مالک ہر سال میں ایک عمرہ کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

احرام کی ممنوعات:

علماء کا اتفاق ہے کہ محرم سلعے ہوئے لباس نہ پہنے۔ مگر عورت سلعے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ زعفران اور ورس میں رنگا ہوا کپڑا محرم استعمال نہیں کرے گا۔ علماء کا اجماع ہے کہ عورت کا چہرہ اس کے احرام میں شامل ہے۔ اسے سر کو ڈھکنے اور بالوں کو چھپانے کی اجازت ہے۔ محرم اپنے سر کو ڈھکے اس پر اجماع ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عورت دستانے پہن سکتی ہے یا نہیں؟ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر عورت دستانے پہنے تو اسے فدینا ہوگا۔ علماء کا اجماع ہے کہ حج و عمرہ کا احرام باندھنے والے پر حالت احرام میں ہر طرح کی خوشبو حرام ہے۔ اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ ہر وہ چیز جو محرم کے لیے حالت احرام میں ابتدا جائز نہیں ہے۔ جیسے سلا ہوا کپڑا پہننا، شکار کو مارنا، حالت احرام میں اسے ساتھ رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حاجی پر احرام باندھتے ہی عورتوں کے سے ہم بستری حرام ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ حکم خداوندی ہے: (ترجمہ: حج کے دوران میں کوئی شہوانی فعل، کوئی بد عملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔ البقرہ، آیت۔ 196)۔ بدن سے میل کچیل الگ کرنا، بال کا ثنا اور جوں مارنا بھی منع ہے۔ جمہور فقہا سر کو دھونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ امام مالک اسے مکرو قرار دیتے ہیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ خطمی سے سردھونا منع ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے خطمی سے سردھولیا تو فدینہ دے گا۔ شکار بھی منع ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ: احرام کی حالت میں شکار نہ مارو۔ سورۃ المائدہ، آیت۔ 95)۔ امام مالک اور امام شافعی کا مسلک ہے کہ محرم نکاح نہیں کرے گا اور نہ کرائے گا۔ اگر نکاح کر لیا تو وہ باطل ہوگا۔ ایک روایت ہے کہ امام مالک نے حضرت عثمان بن عفان کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (حالت احرام میں آدمی نکاح نہ کرے، نہ کرائے اور نہ شادی کا پیغام دے)۔ عمرہ کرنے والا حلال ہو جاتا ہے جب کہ وہ طواف کرے، سعی کرے اور حلق کرالے۔

انواع عبادت:

محرم یا صرف عمرہ کا احرام باندھتا ہے یا تنہا حج کا احرام باندھتا ہے یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھتا ہے۔

انواع کی شرح:

حج افراد وہ ہے جس میں تمتع اور قرآن کی صفات نہ ہوں۔

حج تمتع:

تمتع کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی حج کے مہینوں میں میقات سے عمرہ کا تلبیہ کہے جب کہ اس کی جائے سکونت

حرم سے باہر ہو۔ پھر وہاں سے چلے اور خانہ کعبہ پہنچے اور عمرہ کا طواف کرے اور انہی مہینوں میں سعی اور حلق کرے اور مکہ میں ٹہر جائے۔ پھر اسی سال اور انہی مہینوں میں اپنے ملک واپس جائے بغیر حج کرے۔ تمتع کے معنی ہیں کہ اس نے حلال ہو کر عبادتوں کا فائدہ اٹھالیا۔ اور دوسری عبادت یعنی حج کے لیے دوسرا سفر اس سے ساقط ہو گیا۔ امام مالک کے نزدیک حج تمتع کی چھ شرائط درج ذیل ہیں۔

- 1- ایک ہی ماہ میں حج اور عمرہ کو جمع کرے۔
- 2- یہ اجتماع ایک ہی سال میں ہو۔
- 3- عمرہ کا کوئی حصہ حج کے مہینوں میں ادا کرے۔
- 4- حج سے پہلے عمرہ ادا کرے۔
- 5- عمرہ سے فارغ ہونے اور اس کا احرام کھولنے کے بعد حج کا آغاز کرے۔
- 6- اس کا وطن مکہ مکرمہ کے علاوہ ہو۔

حج قرآن:

حج قرآن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھے اور تلبیہ کہے یا حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کا احرام کھولنے سے پہلے ہی حج کا تلبیہ بھی شروع کر دے۔ حج افراد وہ ہے جو ان صفات سے خالی ہو یعنی وہ تمتع نہ کرے اور نہ قرآن کرے بلکہ صرف حج کا تلبیہ کہے۔ علماء کا اختلاف ہے کہ کون سا حج افضل ہے؟ حج افراد، حج قرآن یا حج تمتع؟ اختلاف کا سبب افعال نبوی کے سلسلہ میں ان کا اختلاف ہے۔ آپ ﷺ سے مروی ہے کہ ”آپ نے حج افراد کیا تھا۔“ دوسری روایت یہ ہے کہ ”آپ نے حج تمتع کیا تھا۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ”آپ نے حج قرآن کیا تھا۔“

احرام کے افعال:

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ تلبیہ کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔ اور یہ محرم کے افعال میں سے ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ثوری کہتے ہیں کہ وضو کافی ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ احرام نیت ہی سے واقع ہوگا۔ اختلاف اس میں ہے کہ بغیر تلبیہ کے نیت کافی ہے یا نہیں؟ امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ تلبیہ کے بغیر نیت کافی ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ حج میں تلبیہ کی وہی اہمیت ہے جو نماز میں تکبیر تحریمہ کی۔ علماء کا اتفاق ہے کہ رسول ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے:

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ

(میں حاضر ہوں، اے اللہ، میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔۔۔۔۔)

اہل علم کا اتفاق ہے کہ عورت کی تلبیہ کی آواز اتنی بلند ہو کہ خود اپنی آواز سن سکے۔ جمہور کے نزدیک

مستحب ہے کہ جب دو گروہ آپس میں ملیں تو تلبیہ کہیں۔ امام مالک تلبیہ کو حج کا رکن نہیں سمجھتے اور اسے ترک کرنے والے پر ایک خون کو واجب قرار دیتے ہیں۔ علماء نے مستحب قرار دیا ہے کہ محرم تلبیہ کی ابتدا اس نماز کے بعد کرے جو وہ پڑھے۔ تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اہل مکہ پر تلبیہ لازم نہیں ہے تا آنکہ وہ منیٰ کو نکلیں تا کہ حج کا عمل اس سے متصل ہو جائے۔ فقہاء کا اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مکہ کا باشندہ مکہ کے اندر ہی تہلیل کرے گا جب کہ وہ حج کر رہا ہو۔ محرم تلبیہ کب بند کرے؟ امام مالک نے روایت کی ہے علی ابن ابی طالبؓ یوم عرفہ کو جب سورج مائل بہ زوال ہوتا تلبیہ بند کر دیتے تھے۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ جب رمی مکمل کر لے تو تلبیہ بند کر دے۔ عمرہ میں تلبیہ بند کرنے کے وقت کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ وہ تلبیہ بند کر دے جب کہ وہ حرم پہنچ جائے۔ یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔

طواف کعبہ:

طواف کعبہ کے ضمن میں اس کی صفت، اس کی شرائط و دیگر مسائل پر گفتگو ہوگی۔

طواف کی صفت:

جمہور کا اتفاق ہے کہ واجب و غیر واجب ہر طواف کی صفت ہے کہ حجر اسود سے شروع کرے۔ اگر استطاعت ہو تو اسے بوسہ دے یا اپنے ہاتھ سے چھو لے اور اپنے ہاتھوں کو چوم لے پھر خانہ کعبہ کو اپنے بائیں رکھ کر اپنے دائیں جانب چلے اور سات چکر لگائے۔ پہلے تین چکروں میں وہ رمل کرے (کندھوں کو ہلاتے ہوئے دوڑے) اور چار چکر میں معمول کے مطابق دوڑے۔ عورتوں پر رمل نہیں ہے۔ جمہور کی دلیل حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ ”اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع میں پہلے تین چکر میں رمل کیا اور بقیہ چار میں آپ دوڑے۔“ علماء اس پر متفق ہیں کہ جس غیر مکی باشندے نے مکہ ہی سے حج کا احرام باندھا اس پر رمل نہیں ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف کی سنت رکن اسود اور رکن یمانی کو بوسہ دینا ہے۔ مگر عورتوں کے لیے یہ سنت نہیں ہے۔ اسی طرح علماء کا اتفاق ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دینا خاص طور پر طواف کی سنت ہے، اگر اس کی قدرت ہو۔ علماء اس پر متفق ہیں کہ طواف مکمل کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کعبہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

طواف کی شرائط:

طواف کی ایک شرط اس کی جگہ کی تعیین ہے۔ جمہور علماء کی رائے ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا پتھر ہے اور جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے اس پر طواف میں اس پتھر کو داخل کرنا لازم ہے۔ امام مالک کے مطابق صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف جائز ہے اور طلوع و غروب کے اوقات میں ممنوع ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ طواف کے لیے طہارت سنت ہے۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے سعی کرنا جائز ہے۔

طواف کی تعداد اور اس کے احکام:

علماء کا اجماع ہے کہ طواف تین طرح کے ہوتے ہیں:

1- طواف قدم (مکہ میں داخل ہوتے وقت کا طواف)

2- طواف افاضہ (یوم النحر کو حجرۃ العقبہ کی رمی کے بعد)

3- طواف وداع

طواف وداع پر علماء کا اجماع ہے کہ ان انواع میں واجب وہ طواف ہے جس کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔ یعنی طواف افاضہ۔ اور اس کے فوت ہو جانے پر خون کافی نہیں ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ اہل مکہ پر صرف طواف افاضہ ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ حج تمتع کرنے والے پر دو طواف ہیں: ایک عمرہ کا طواف تاکہ اس کا احرام کھول دے اور دوسرا طواف حج کا جو یوم النحر کو ہوتا ہے۔ حج افراد کرنے والے پر صرف ایک طواف ہے اور وہ یوم النحر کو ہے۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی:

اس ضمن میں مختلف مسائل شامل ہیں۔

سعی کا حکم:

امام مالک اور امام شافعی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو واجب مانتے ہیں۔ اور اگر کسی نے سعی نہیں کی تو اس پر اگلے سال کا حج واجب ہے۔ امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

سعی کی صفت:

جمہور علماء کی رائے ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی صفت یہ ہے کہ دعا سے فراغت کے بعد آدمی صفا پر چڑھے اس کی پہاڑی پر دوڑے یہاں تک کہ وہ وادی کے درمیان پہنچ جائے۔ پھر رٹل کرے یہاں تک کہ مروہ کے قریب تک کی مسافت اسی طرح کر لے۔ پھر اپنے معمول کے مطابق چلے یہاں تک کہ مروہ کے پاس پہنچ جائے پھر اس پر چڑھے۔ تا آنکہ خانہ کعبہ نظر آنے لگے۔ پھر وہ اسی طرح دعا اور تکبیر دوہرائے جو اس نے صفا پر دوہرائی تھی۔ پھر وہ مروہ سے اترے اور اپنے معمول کے مطابق چلے یہاں تک کہ وادی کے درمیان پہنچ جائے۔ وہاں پہنچ کر رٹل کرے یہاں تک کہ اس طرح وہ اس جانب تک جائے جو صفا سے قریب ہے۔ اس طرح وہ سات بار یہی دوہرائے۔ ہر چکر وہ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ علماء کا اجماع ہے کہ سعی کے وقت کے بارے میں کوئی متعین قول نہیں ہے۔

سعی کی شرائط:

علماء کا اتفاق ہے کہ طواف کی طرح سعی میں بھی حیض سے پاکی کی شرط ہے۔

سعی کی تربیت:

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سعی طواف کے بعد ہوگی۔

عرفہ کو روانگی:

حاجی کے لیے سعی کے بعد جو فعل ہے وہ یوم الترویہ کو منیٰ کی طرف خروج اور وہاں عرفہ میں رات گزارنا ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ امام یوم الترویہ میں منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز میں قصر پڑھائے گا۔ پھر عرفہ کے دن امام لوگوں کے ساتھ منیٰ سے نکل کر عرفہ کے لیے روانہ ہوگا اور وہاں ٹہرے گا۔

وقوف عرفہ:

وقوف عرفہ کے حکم کے سلسلہ میں علماء کا اجماع ہے کہ یہ حج کا رکن ہے۔ جس نے اسے چھوڑا اس پر اکثر علماء کے نزدیک اگلے سال حج اور قربانی کا جانور واجب ہے۔ وقوف عرفہ کی صفت یہ ہے کہ یوم عرفہ کو امام زوال سے پہلے عرفہ پہنچے اور جب سورج زوال کی طرف مائل ہو جائے تو لوگوں کے سامنے خطبہ دے۔ پھر ظہر کے اول وقت میں ظہر اور عصر کو جمع کر لے۔ پھر غروب آفتاب تک وہاں ٹہرا رہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حج کو قائم کرنا سلطان اعظم کی ذمہ داری ہے۔ حضرت جابرؓ کی طویل حدیث ہے جو حج نبوی کی صفت بیان کرتی ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ ”آپؐ نے ایک اذان اور دو اقامتوں میں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی۔“

وقوف عرفہ کی شرائط:

عرفہ میں وقوف نماز کے بعد ہوگا کیوں کہ اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عبداللہ بن معمر الدیلیؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (حج عرفات کو کہتے ہیں۔ جس نے طلوع فجر سے پہلے عرفات کو پالیا اس نے حج کو پالیا)۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ جو عرفہ میں زوال کے بعد وقوف کرے اس کا حج مکمل ہے۔

مزدلفہ کے افعال:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص مزدلفہ میں قربان کی رات مر گیا اور امام کے ساتھ اس نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر لیں اور نماز فجر کے بعد اچھی طرح صبح ہو جانے تک عرفہ میں اس نے وقوف کیا ہو تو اس کا حج مکمل ہے کیوں کہ یہ فعل نبوی کی صفت ہے۔ امام اوزاعی کہتے کہ مزدلفہ میں ٹہرنا حج کے فرائض میں سے ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص مزدلفہ میں ٹہرا اور ذکر الہی نہیں کیا تو اس کا حج مکمل ہے۔

رمی جمار (کنکریاں مارنا):

مزدلفہ میں شب باشی کے بعد اگلا فعل رمی جمار ہے۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے اس دن یعنی

طلوع آفتاب کے بعد زوال تک رمی کر لیا، اس نے وقت پر رمی کیا۔ یہ ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے حج میں یوم النحر کو جمرہ کورمی کیا، پھر جانور کی قربانی دی، پھر حلق کرایا، پھر طواف افاضہ کیا۔ علماء کا اجماع ہے کہ یہ حج کی سنت ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ رمی سے پہلے جو قربانی کر دے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیوں کہ اس میں نص موجود ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ حاجی جتنی کنکریاں مارے گا ان کی کل تعداد سترہ ہے۔ ان میں سے یوم النحر کو جمرہ العقبہ کو سات کنکریاں مارے گا۔ اور عقبہ پر کنکری نہ پڑے تو دوبارہ رمی کرے۔ اور وہ ایام تشریق کے ہر دن تینوں جمعرات کو اکیس کنکریاں مارے۔ اس طرح ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارے۔ کنکری کے سائز میں علماء کہتے ہیں کہ وہ خزف ریزہ کی مانند ہو۔ علماء کے نزدیک سنت یہ ہے کہ وہ پہلے جمرے کی رمی کرے اور وہاں ٹہر کر دعا کرے، اسی طرح دوسرے جمرہ پر کرے اور وہاں دیر تک ٹہرے اور تیسری جمرہ پر رمی کرے مگر وہاں بالکل نہ ٹہرے۔ ہر کسی کو رمی کرتے وقت تکبیر کہنا بہتر ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اگر سارے جمعرات کو کسی نے رمی کرنا چھوڑ دیا ہے تو اس پر ایک خون واجب ہے۔ یہ احرام سے لے کر حلال ہونے تک جملہ افعال ہیں۔

جنس الثالث

احکام حج:

دشمن کی وجہ سے محصور شخص پر جمہور فقہا کا اتفاق ہے کہ جہاں اسے گھیرا جائے وہیں احرام کھول دے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر قربانی کا جانور واجب نہیں ہے اور اگر قربانی کا جانور اس کے ساتھ ہے تو جہاں احرام کھولے گا وہیں اسے ذبح کر دے گا۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ قربانی کا جانور اس پر واجب ہے۔ علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ بیماری کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے محصور شخص پر قضا واجب ہے۔ علماء کا اجماع موجود ہے کہ دشمن کے ذریعے محصور شخص کے حلال ہونے کے لیے طواف خانہ کعبہ کی شرط نہیں ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ مرض کی وجہ سے محصور فرد پر قربانی کا جانور واجب ہے۔ محصور میں حاضرین مسجد الحرام اور دوسرے تمام لوگ برابر ہوتے ہیں۔ اس پر بھی اجماع علماء ہے۔

شکار مارنے والے کے احکام:

امام مالک کہتے ہیں کہ جہاں اس نے شکار کیا ہے وہیں کھانا کھلائے اگر کھانا مکمل موجود ہو۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جہاں چاہے کھلائے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے محرم اگر شکار مارے تو اس پر بدلہ واجب ہے کیوں کہ اس میں نص موجود ہے۔ حرم میں شکار مارنے کی حرمت میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس کے کفارہ کے سلسلے میں ہے۔ جمہور فقہا کی رائے ہے کہ حالت احرام میں اگر کوئی شکار مارے اور اسے کھائے تو اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہے۔ امام مالک مکہ کے کبوتر کا فدیہ ایک بکری کو قرار دیتے ہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے

کہ بری شکار محرم پر حرام ہے اور سارے سمندری شکار محرم کے لیے حلال ہیں۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں قتل کرنے پر محرم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہیا اور کاٹنے والا کتا) ان جانوروں کو قتل کرنے پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کیوں کہ ان کا شمار شکار میں نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں حرم کے درخت کاٹنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ بڑے درخت کو کاٹنے کا فدیہ گائے ہے اور چھوٹے درخت میں بکری ہے۔

تکلیف رفع کرنے کا فدیہ اور قبل از وقت حلق کا حکم:

قرآن کا واضح حکم ہے: (تم میں سے جو شخص مریض ہو یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر سر منڈالے تو اسے چاہیے کہ فدیے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ البقرہ، آیت۔ 196) علماء کا اس سلسلہ میں اجماع ہے کہ ہر شخص پر فدیہ واجب ہے جس نے کسی ضرورت کے تحت تکلیف رفع کی کیوں کہ اس میں نص موجود ہے۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اگر بغیر ضرورت کے اس نے حلق کر لیا تو اس پر صرف ایک خون واجب ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ تین باتوں میں پورا اختیار ہے یا تو روزے رکھے یا کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔ جمہور کا مسلک ہے کہ کھانا کھلانا چھ مسکینوں کو اور قربانی کم از کم ایک بکری کی دینی ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ محرم پر جو پابندیاں بھی لگائی گئی ہیں جیسے سلا ہوا کپڑا پہننا، سر منڈانا، ناخن تراشنا وغیرہ۔ ان میں سے کسی کو بھی مباح کیا تو اس پر فدیہ واجب ہے۔ یعنی ایک خون یا کھانا کھلانا۔ یہی معاملہ خوشبو کے استعمال کا بھی ہے۔ ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ نا محرم کے لیے ناخن کاٹنے کی ممانعت پر اجماع ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ محرم سر کے بالوں کو نہیں منڈا سکتا۔ فدیہ کہاں دیا جائے؟ امام مالک کہتے ہیں کہ جہاں چاہے فدیہ نکالے۔ اگر مکہ میں چاہے تو مکہ میں نکال دے اور اگر چاہے تو اپنے ملک میں نکال دے۔ یہاں امام مالک کی مراد فدیہ میں قربانی کا جانور نہیں ہے کیوں کہ قربانی کا جانور مکہ یا منی میں ذبح ہو سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ قربانی کرنا اور کھانا کھلانا صرف مکہ میں جائز ہے اور روزہ جہاں چاہے رکھے۔ جمہور کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سر منڈانا اعمال حج میں سے ہے اور حلق کرنا قصر کرانے سے افضل ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ خواتین حلق نہیں کرائیں گی۔ ان کی سنت قصر کرانے میں ہے۔

تمتع کا کفارہ:

تمتع کے کفارہ کے سلسلے میں نص موجود ہے۔ قرآن کا حکم ہے: (جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے وہ حسب مقدور قربانی کرے۔ البقرہ، آیت۔ 196) علماء کا اجماع ہے کہ اس کفارہ میں تربیت واجب ہے۔ جو شخص قربانی کا جانور نہ پائے وہ روزے رکھے۔ اس مسئلہ میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس شخص کا حج شروع ہونے کے بعد کوئی رکن فوت ہو جائے تو اس پر قضاء واجب ہے۔ جمہور کی رائے

ہے کہ اس پر قربانی کا جانور واجب ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے وقوف عرفہ سے پہلے ہم بستری کی اس کا حج فاسد ہو گیا۔ اسی طرح اس عمرہ کرنے والے کا معاملہ بھی ہے جس نے طواف اور سعی سے پہلے ہم بستری کر لی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ جس نے جمرہ العقبة کوری کرنے کے بعد طواف افاضہ سے پہلے ہم بستری کر لی اس کا حج مکمل ہے۔ اس شخص کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو کئی بار ہم بستری کر چکا ہو۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر صرف ایک بار قربانی کا جانور واجب ہے۔ جماع میں واجب ہدی کیا ہے؟ امام مالک اور امام ابوحنیفہ ایک بکری مانتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی ایک اونٹ سے کم پر راضی نہیں ہیں۔ وقت فوت ہونے کا جو فساد ہے یعنی یوم عرفہ کو وقوف عرفہ فوت ہو جائے تو علماء کا اجماع ہے کہ اس کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے احرام سے فارغ نہ ہو جب تک کہ خانہ کعبہ کا طواف اور سعی نہ کر لے یعنی وہ عمرہ کر کے لازماً احرام کھول دے اور اس پر اگلے سال حج واجب ہے۔

غیر منصوص کفارے:

جمہور فقہا کہتے ہیں کہ حج میں دو طرح کی عبادتیں ہیں: ایک سنت مؤکدہ اور دوسری مستحب۔ سنت مؤکدہ کو چھوڑنے پر خون واجب ہے۔ نفل عبادتوں کے ترک ہونے پر فقہا خون کو واجب قرار نہیں دیتے۔ جو شخص بغیر احرام میقات پار کر جائے اس پر خون واجب ہے یا نہیں؟ امام مالک کے مطابق خون واجب ہے۔ امام شافعی اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ اگر وہ پلٹ آئے تو خون واجب نہیں ہے۔ جمہور فقہا کہتے ہیں کہ جس نے حالت احرام میں ممنوعہ کپڑے پہنے اس پر فدیہ واجب ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے۔

ہدی (قربانی کا جانور):

شکار کا کفارہ ہدی ہے۔ اذیت اور میل کچیل دور کرنے کا کفارہ ہدی ہے۔ قربانی کے جانوروں (ہدایا) میں سب سے افضل اونٹ ہے پھر گائے ہے، پھر بھیڑ بکری ہے اور پھر بکرا ہے۔ قربانی کے جانور کی کوئی متعین تعداد نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ہدی سوتھے۔ علماء کا جماع ہے کہ کعبہ کے اندر ذبح کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ یہی حال مسجد حرام کا ہے۔ منی میں نحر پر علماء کا اجماع ہے۔ اور عمرہ میں مکہ میں قربان کرنے پر سب متفق ہیں۔ قربانی کی صفت کے سلسلہ میں جمہور فقہا کا اتفاق ہے کہ اس میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ کفارہ ادا کرنے والا کفارہ سے نہیں کھا سکتا۔

مرحلة شهادات العالمية سلفيه (السنة الاولى)

في العلوم العربية و الاسلامية

برائے طلباء و طالبات

| مضمون | مقررہ کتب | نمبر | کل نمبر |
|--------------------------------------|---|-------------------|---------|
| (1) تفسیر القرآن الکریم واصولہ | تفسیر فتح القدير سے (طلباء و طالبات) سورہ الاحزاب، النور، محمد، الفتح، الحجرات الفوز الكبير للشاه ولي الله (مکمل) | 72 28 | 100 |
| ۲ الحديث الشريف و اصولہ | ۱۔ صحيح الامام مسلم سے (صرف طلباء) كتاب الزكاة، البيوع، الاقضية شامل نہیں ہیں۔ ۲۔ موطاء امام مالك (صرف طلباء) كتاب الزكاة، البيوع، الاقضية شامل ہیں۔ ۳۔ صحيح بخارى حصه اول (صرف طالبات) ۴۔ شرح نخبة الفكر (طلباء و طالبات) | 70 76 24,30 | 100 |
| ۳۔ الفقه الاسلامي و اصولہ | بداية المجتهد ابن رشد كتاب النكاح و الطلاق (طلباء و طالبات) ۲۔ الوجيز في اصول فقه دكتور عبد الكريم زيدان | 76 24 | 100 |
| ۴۔ الترجمة والانشاء | ۱۔ مفتاح الإنشاء (اول دوم) ۲۔ تاريخ ادب عربي (زيات) صرف طلباء يا وفاق سے مقالہ کی منظوری | 100 | 100 |
| ۵۔ | اسلام کا اقتصادی نظام (نصاب ایم اے اسلامیات) | 100 | 100 |
| ۶۔ | اسلام کا سیاسی نظام (نصاب ایم اے اسلامیات) | 100 | 100 |

تمام بکس و خلاصہ جات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

انڈین بیلڈ پیپر آرڈو بازار، لاہور پاکستان



Kaam'Kood'Uppar
Lahore Pakistan

042-37248127, 37120106